اصطلاحات
تدوینِ متن
ڈاکٹر محمد خاں اشرف
عظمت رباب
اصطلاحات — تدوینِ متن
ڈاکٹر محمد خاں اشرف — عظمت رباب

ڈاکٹر محمد خاں اشرف تحقیق و تدوین اور تدریس میں وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ گذشتہ پندرہ سال سے زیادہ عرصے سے وہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی مین تدریسی اور انتظامی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اس دوران میں جی سی یونیورسٹی نیں ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کی باقاعدہ کلاسز شروع کرانا اور ان کے لیے کورسز ترتیب دینا ان کا ایک اہم کام ہے۔ پاکستانی جامعات میں اردو میں اس سطح کی باقاعدہ تعلیم کا یہ پہلا تجربہ تھا جو نہایت کامیاب ہوا۔ اردو تنقید میں ان کا اہم کام یہ ہے کہ انھوں نے رومانویت کے تصورات کو ایک مربوط نظریے کے طور پر پیش کیا جس سے انسانی فکر کی تاریخ میں رومانویت کے مظہر کی اہمیت واضح ہوئی اور اس کے اظہار کی صورتوں کو سمجھنے میں مدد ملی ہے۔ 2001ء میں ہائر ایجوکیشن کمیشن (حکومت پاکستان) نے انھیں Best University Teacher کا ایوارڈ دیا۔ ڈاکٹر اشرف جی سی یونیورسٹی میں درس و تدریس کے ساتھ ڈائریکٹر (سہولیات) کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

عظمت رباب نے گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور سے 1997ء میں ایم۔ اے اردو کا امتحان بدرجہ اول پاس کیا اور رول آف آنر حاصل کیا۔ وہ لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور کے شعبہ اردو میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں اور گذشتہ دس سالوں سے تحقیق و تدوین سے وابستہ ہیں۔ ان کی کتاب ''غلام قادر فصیح۔ احوال و آثار'' جو اوریجنل تحقیق کی ایک اچھی مثال ہے، مغربی پاکستان اکیڈمی لاہور سے چھپ کر علمی حلقوں سے دادِ تحقیق وصول کر چکی ہے۔ یہ کتاب انھوں نے ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر محمد خاں اشرف کی رہنمائی میں لکھی تھی۔ ان کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ''اردو میں تدوینِ متن کی روایت۔ بیسویں صدی میں'' پنجاب یونیورسٹی میں پیش کر دیا گیا ہے۔ ان کے تحقیقی اور تدوینی مضامین مختلف جرائد میں چھپتے رہتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب انھوں نے ڈاکٹر اشرف کے ساتھ مل کر ترتیب دی ہے جو مشترکہ تحقیقی کاوش کا اردو میں ایک اچھا نمونہ ہے۔

Rs. 350.00

www.sang-e-meel.com

ISBN-10: 969-35-2380-6

ISBN-13: 978-969-35-2380-5

9789693523805

www.sang-e-meel.net

اصطلاحات — تدوینِ متن

ڈاکٹر محمد خاں اشرف
عظمت رباب

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

انتساب

گورنمنٹ کالج لاہور، شمالی پاک وہند کا سب سے قدیم تعلیمی ادارہ ہے۔ بیسویں صدی کے آخری عشرے کے آغاز میں اس شاندار ورثے کے حامل ادارے کی سربراہی ایک مدبر شخصیت نے سنبھالی۔ ان کی دور اندیشانہ قیادت اور دانشورانہ فہم وفراست کی بدولت جی سی کو 1998ء میں ڈگری دینے والے ادارے اور 2002ء میں یونیورسٹی کا درجہ ملا۔ ان کی دانش مندانہ حکمت عملی کے باعث جی سی یونیورسٹی میں ایم۔فل اور پی ایچ ڈی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تحقیق، ریسرچ اور فروغ تعلیم کا ایک نیا عہد شروع ہوا ہے اور اس مختصر عرصے میں ہائر ایجوکیشن کمیشن کی رینکنگ کے مطابق جی سی یونیورسٹی پاکستان کی ایک سو چھپن (۱۵۶) یونیورسٹیوں اور تحقیقی اداروں میں تحقیق میں پانچویں درجے پر ہے۔ تحقیق وتعلیم میں ان کی ذاتی دلچسپی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب شعبہ اردو میں ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کلاسز شروع کرنے میں تاخیر ہوئی تو ڈاکٹر محمد خاں اشرف کی تجویز پر انھوں نے فوراً ان کو کورسز کے تیار کرنے اور پروگرام شروع کرنے کی اجازت دے دی۔ زیر نظر کتاب اسی پروگرام کے دوران میں تحقیق وتفحص کا نتیجہ ہے جو اردو میں اس موضوع پر اپنی نوعیت کی پہلی تحقیقی تصنیف ہے۔ ان کی بصیرت، علم دوستی اور عظیم الشان کارناموں کے اعتراف اور اپنے گہرے اظہار تشکر کے طور پر ہم اس کتاب کو

جناب ڈاکٹر خالد آفتاب

(تمغۂ حسن کارکردگی، اعزاز فضیلت ☆)

کے نام معنون کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔

یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ جی سی یونیورسٹی لاہور سے اردو تحقیق پر ایک نہایت ہی بنیادی کتاب شائع ہو رہی ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر محمد خاں اشرف اور عظمت رباب کی مشترکہ علمی کاوش سے اشاعت پذیر ہو رہی ہے۔ تحقیق سے متعلق بہت سی کتب پچھلے چند برسوں میں شائع ہوئی ہیں مگر ان کتب میں مصنفین کے مشاہدے، تجربے اور ذاتی علم کی شدید کمی محسوس ہوتی ہے زیرِ نظر کتاب ''اصطلاحات۔ تدوینِ متن'' مصنفین کی مسلسل سعی و کاوش، علمی لگن اور متون کے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ ہمارے ہاں مختلف علوم کے بارے میں لغات یا فرہنگوں کا سخت قحط ہو رہا ہے۔ اصطلاحاتِ ادب پر اردو میں جو لغات دستیاب ہیں ان کو انگلیوں پر نہیں بلکہ صرف ایک ہی انگلی پر گنا جا سکتا ہے۔ یہی صورت حال دوسرے علوم و فنون میں بھی ہے۔ ایسے ماحول میں ''اصطلاحات۔ تدوینِ متن'' ایک خوش آئند اضافہ ہے اپنے موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے۔ یہ کتاب تدوین پر کام کرنے والے نئے اور پرانے محققین کے لیے ایک رہنما کتاب کا کردار ادا کرے گی۔ اس کا مطالعہ اور استعمال صرف طالب علموں کے لیے ہی نہیں بلکہ تحقیق و تنقید کے اساتذہ اور شائقین کے لیے بھی ایک لازمہ ہوگا۔ مصنفین نے بلاشبہ بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے کام لے کر اصطلاحات کی یہ لغت تیار کی ہے۔ کتاب کا ہر صفحہ محنت کی گواہی دیتا ہے۔ میں اس عمدہ کام پر ان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر تبسم کاشمیری

جی سی یونیورسٹی لاہور

۱۰ جون ۲۰۱۰ء

ڈاکٹر پروفیسر محمد خاں اشرف اپنی فطرت اور مزاج کے اعتبار سے ایک Commited شخص ہیں ہم انھیں اپنی تعلیم کے آخری برسوں میں ایک پرشوق اور پرجوش ادب سے وابستہ طالب علم کے طور پر جانتے ہیں۔ ڈاکٹر اشرف اپنے زمانہ طالب علمی میں متعدد ادبی اور تنقیدی مقالے قلم بند کر چکے تھے اور ان کے حسنِ ترتیب سے ولی پر تحقیقی اور تنقیدی مقالات پر مشتمل کتاب ''ولی تحقیقی و تنقیدی مطالعہ'' طبع ہو کر مقبول ہو چکی تھی۔ انھوں نے بیس برس فوج میں گزار کر 1988ء میں لیکچرارشپ کا دوبارہ آغاز کیا اور چند برسوں ہی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہو گئے۔ انھوں نے ادبی تنقید، تحقیق اور ترجمہ کا قابلِ ذکر کام کیا، ایم۔ اے، ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کے طلبا و طالبات کے متعدد تحقیقی مقالات کی نگرانی کی۔ وہ ایک محنتی، فرض شناس اور ذمہ دار استاد ہیں۔ ان کے شاگرد ان کے روشِ کار اور تالیف و تصنیف میں انہماک دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں۔ ان کے تشویق دلانے پر ان کے کئی تلامذہ تحقیقی و تنقیدی مقالات اور کتب تصنیف کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر محمد خاں اشرف کی مرتبہ زیرِ نظر کتاب تدوین کی اصطلاحات کے ضمن میں پہلا کامیاب تجربہ ہے۔ انھوں نے مشرقی تحقیق کی اصطلاحات کو محنت سے جمع کیا اور ان کی دقتِ نظر سے تشریح و توضیح کی۔ وہ اس رمز سے واقف ہیں کہ کسی بھی قاری پر کوئی تحریر اس وقت تک منکشف نہیں ہوتی جب تک وہ ہر لفظ کے لغوی معنی اور حسنِ استعمال سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔ ان تدوینی اصطلاحات سے تدوین کے ہر ریسرچ سکالر ہی کی نہیں بلکہ ادب کے ہر قاری کی واقفیت اور گہری آشنائی ضروری ہے۔

پروفیسر محمد خاں اشرف ایک بے نیاز اور درویش صفت انسان ہیں۔ وہ اپنی یا اپنی تالیفات و تصنیفات کی رونمائی کی کوششوں میں اپنا وقت رائیگاں نہیں کرتے کیونکہ انھیں نہ ستائش کی تمنا ستاتی ہے اور نہ ہی انھیں صلہ کی پروا ہے۔ جو کچھ انھیں میسر ہے وہ اسی پر قانع ہیں۔ یہی ایک Commited ریسرچ سکالر اور استاد کی خصوصیت اور وصف ہے۔ خدا انھیں اردو ادب کی خدمت کے مزید مواقع عطا کرے۔ یہ میری دعا ہے آپ حضرات بھی میری دعا کی تائید و تاکید کے لیے آمین کا لفظ ادا کریں۔

ڈاکٹر صدیق جاوید

فہرست

حصہ اول: اصطلاحات۔ تدوینِ متن

پیش لفظ

اردو میں تدوینِ متن کی روایت کافی پرانی ہے۔ اس کی بنیاد اردو مخطوطہ نگاری اور مخطوطہ شناسی پر ہے۔ جو برصغیر میں مسلم تہذیب کا ایک مخصوص مظہر اور اس کی علمی و ادبی روایت کے سلسلے سے منسلک ہے پاکستان میں تعلیمی سطح پر اس کی تدریس کافی نئی ہے۔ پاک و ہند یونیورسٹیوں میں اس کی باقاعدہ تعلیم حال ہی میں شروع ہوئی ہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور کو یونیورسٹی کا درجہ ملنے اور اردو ایم۔ فل اور پی ایچ ڈی کی کلاسز شروع ہونے پر تدوینِ متن کو کورس میں شامل کیا گیا۔ ایم۔ فل اور پی ایچ ڈی اردو کے طلبا کو تدوینِ متن کا کورس پڑھانے کے دوران میں مجھے یہ اندازہ ہوا کہ جس مخصوص پس منظر سے ہمارے اردو ادب کے طلبا آتے ہیں اس کے لحاظ سے اُن کے لیے تدوینِ متن کی اصطلاحات نئی اور انوکھی ہیں اور ان کو سمجھنا کافی مشکل ہے۔ طلبا کی اس مشکل کو مدِ نظر رکھ کر میں نے نمایاں اصطلاحات کو جمع کیا، انھیں فرہنگ کی صورت میں ترتیب دیا اور ان کی وضاحت کے لیے ایک تعارفی مضمون اس کی ابتدا میں شامل کر دیا۔ یہ فرہنگ ''اصطلاحات۔ تدوینِ متن'' کے عنوان سے جی سی یونیورسٹی لاہور شعبہ اردو کے تحقیقی مجلّہ ''تحقیق نامہ'' میں ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا۔ اس فرہنگ میں تدوینِ متن کی اصطلاحات، ان کا تلفظ، لغوی معنی اور اصطلاحی معنی مختصراً درج کیے گئے تھے۔ یہ فرہنگ شائع ہوا تو اسے طلبا، اساتذہ اور علمی و ادبی قارئین کی طرف سے بہت پذیرائی ملی، اس سے جہاں ایک طرف طلبا کی بنیادی ضرورت پوری

ہوتی تھی وہیں عام قارئین کو اس فن کی اکثر اصطلاحوں سے آگاہی ہوئی جو اردو کی تہذیبی روایت
میں تو تھیں لیکن آج کل مروج نہیں ہیں۔ دوسری یونیورسٹیوں سے دوستوں نے خط لکھ کر حوصلہ
افزائی کی۔ اس مضمون کے آف پرنٹس آج تک طلبا کی تعلیمی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔

مضمون کی اشاعت کے وقت ڈاکٹر سہیل احمد خاں صدر شعبہ اردو اور ایڈیٹر ''تحقیق
نامہ'' نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس کو وسعت دے کر کتابی صورت میں ڈھال دیا جائے اور
اس میں اصطلاحات کی تشریح بھی شامل کر دی جائے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اس مجوزہ کتاب
''اصطلاحات۔ تدوینِ متن'' کو اپنی مرتب کردہ کتاب ''منتخب تنقیدی اصطلاحات'' کی ہم رکاب
اشاعت کے طور پر شائع کر دیں گے تاکہ یہ دونوں کتابیں تنقید اور تدوین کے موضوعات کا احاطہ
کر سکیں۔ یونیورسٹی میں میری انتظامی ذمہ داریوں اور مصروفیات کی وجہ سے یہ منصوبہ التوا کا شکار
رہا۔ اسی دوران میں ڈاکٹر سہیل احمد خاں کے ناگہانی انتقال نے شعبہ اردو اور جی سی کی فضا کو
سوگوار کر دیا۔

مرحوم کی خواہش اور طلبا کی ضرورت کے پیش نظر میں نے منصوبہ پر دوبارہ کام کا آغاز
کیا۔ اس کام کو شروع کرنے میں عزیزی عظمت رباب کا اصرار بھی شامل تھا اور تعاون کی پیش کش
بھی۔ انھوں نے اپنے پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے ''اردو میں تدوینِ متن کی روایت۔ بیسویں
صدی میں'' کے دوران میں اردو تدوین متن کے علم و فن، اس کی روایت اور اصطلاحات سے گہری
آگاہی حاصل کر لی تھی۔ وہ اس کام کی مشکلات اور ضرورت سے بھی آگاہ تھیں۔ انھوں نے مآخذ
اور ذرائع کے مہیا کرنے، فرہنگ مرتب کرنے، تحقیق، تفحص اور کمپوز کرنے میں مکمل تعاون کیا۔
علاوہ ازیں کتاب کا دوسرا حصہ تمام تر انھی کی کاوش کا نتیجہ ہے۔

اس تصنیف کے سلسلے میں احباب کا شکریہ ادا کرنا ایک خوشگوار فریضہ ہے۔ جنھوں نے
اس کی ترغیب، تیاری اور طباعت میں عملی تعاون کیا۔ استاد محترم ڈاکٹر وحید قریشی (مرحوم) آخر
تک اس کو مکمل کرنے پر اصرار کرتے رہے۔ ان کی خواہش تھی کہ یہ تحقیقی کام جلد منظر عام پر

آ جائے۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے ہمت افزائی کے ساتھ ساتھ اصطلاحات کے معانی کے تعین اور مفہوم کی وضاحت کے سلسلے میں میرے استفسارات کا ہمیشہ خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ ڈاکٹر صدیق جاوید نے نہ صرف ہمت افزائی کی بلکہ متعلقہ کتب بھی مہیا کرنے میں مدد کی۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے اس تحقیقی کام کی نوعیت اور اہمیت سے گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور اس کی جلد تکمیل پر اصرار کیا۔ شعبہ اردو جی سی یونیورسٹی کے اساتذہ کی کرم فرمائی اور تعاون ہمیشہ شاملِ حال رہا۔ چیف لائبریرین جی سی یو جناب عبدالوحید نے کتب کی فراہمی میں ہمیشہ خندہ پیشانی سے کام لیا۔ عاقل محمود اور راشد محمود نے مسودے کی تیاری میں پورا تعاون کیا۔ ان سب کا شکریہ ضروری ہے۔

تدوینِ متن کی اصطلاحات کی یہ فرہنگ اس موضوع پر اپنی نوعیت کا اولین کام ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تدوینِ متن کے بارے میں طلبا، اساتذہ اور ماہرین کو معیاری اور متفقہ اصطلاحات فراہم کر دی جائیں جس سے مخطوطہ شناسی، مخطوطہ خوانی اور تدوینِ متن کے علم و فن کی تدریس، اس کے متعلق گفتگو اور مباحث میں آسانی ہو۔ اپنی نوعیت کے دوسرے بنیادی تحقیقی کاموں کی طرح اس میں بھی خامیاں اور غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ قارئین سے توقع ہے کہ اپنی تجاویز سے آگاہ فرمائیں گے۔

ڈاکٹر محمد خاں اشرف

تعارف

علم اور فن میں بنیادی فرق یہ ہے کہ علم انسانی مجموعی معلومات کے منضبط مجموعے کا نام ہے جسے انسان نے اس کی وسعت کے پیش نظر مختلف شعبوں اور مضامین میں تقسیم کر رکھا ہے۔ کسی بھی شعبے اور موضوع سے متعلق معلومات، اس کے ضابطے، طریق عمل اور اس کی مخصوص اصطلاحات جو ہم نظریاتی طور پر حاصل کرتے ہیں، اسے علم کہا جاتا ہے جبکہ ان نظریات اور معلومات کا عملی استعمال فن کہلاتا ہے۔ شاعری ہو یا مصوری، فنِ تعمیر ہو یا موسیقی، ان کا علم اور فن ایک دوسرے سے مربوط بھی ہیں اور الگ الگ بھی۔ تدوینِ متن کے علم وفن میں نسخوں کا تعارف، متن کیا ہے؟ اختلافِ نسخ، ترقیمہ، تدوین کا طریقِ کار وغیرہ، ان سب کے بارے میں معلومات اور نظریات کا جاننا اس کا علم اور ان معلومات کا عملی صورت میں استعمال اس کا فن ہے تاہم تدوین اور دیگر علوم میں ایک بنیادی اور اہم فرق یہ ہے کہ دیگر علوم وفنون میں علم اور فن کے دائرے الگ الگ ہوتے ہیں۔ شاعر، شاعری کی فطری صلاحیت رکھتا ہے اور موزوں کلام کہتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ وہ بحور وعروض اور زبان کی باریکیوں سے واقف ہو۔ شاعری کا وجود پہلے ہے اور عروض کی ایجاد بعد کی ہے۔ اسی طرح گانا گانے والا فنون کی باریکیوں کو سمجھے بغیر گا سکتا ہے۔ دیگر فنون کی بھی یہی صورت ہے لیکن تدوین ایسا فن ہے جس کے لیے اس علم کا پیشگی جاننا لازمی ہے۔ تدوینِ متن میں کوئی شخص اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ تدوین کا علم اور اس کے عناصر و نکات

اور مراحل سے واقف نہ ہو۔ مخطوطہ شناسی، نسخوں کی قدر بندی، رسم الخط سے واقفیت، روشنائی اور کاغذ کی شناخت کا علم، مختارات املائی، لسانیات، عہد و معاشرت کا پس منظر، تنقیدی شعور، تصنیف و تالیف کی روایت، فارسی زبان کا علم، عہد بہ عہد زبان کی تبدیلی کا علم اس کے عناصر ہیں جن کا جاننا ضروری ہے، دیگر علوم میں پہلے فن وجود میں آتا ہے، علم اور اصول و قواعد بعد میں وجود میں آتے ہیں جبکہ تدوینِ متن کے فن میں مہارت کے لیے اس کے عناصر کا علم اور اصول و قواعد کا جاننا ضروری ہے خواہ وہ مثال سے ہو، تربیت سے، ذاتی کاوش سے یا استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے سے۔ اس علم کے بغیر کوئی مدون، تدوین سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔

تدوین کا عمل ایک فن ہے اور اس کا علم ایک سائنس۔ تدوین کو فن تحقیق کی ایک شاخ قرار دیا جاتا ہے (1) ڈاکٹر محمد حسن کے نزدیک "اردو تحقیق میں سب سے پہلا اور بنیادی مسئلہ متن اور تصحیح متن کا ہے۔" (2) تحقیق کا مقصد حقائق کی تلاش و دریافت، ان کی تصدیق اور تشریح و تعبیر ہے۔ تحقیق دراصل اہلِ علم کا اولیں، بنیادی اور اعلیٰ ترین عمل ہے۔ محقق انسانی علم کے آفاق کی وسعت میں ہمہ تن مصروف افراد ہیں اور انسانی معاشروں کی بہتری، بقا اور ان کا ارتقا ان ہی کا مرہونِ منت ہے۔

تدوین، تحقیق کے فن کا وہ شعبہ ہے جو علمی و ادبی متون کو ان کی اصلی اور حقیقی حالت میں مصنف کی انشا اور منشا کے مطابق بحال کرنے اور ان کی بازیافت میں مصروفِ کار ہے۔ اردو ادب کو تدوین کے فن میں خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ جہاں تنقید اور ادب کے دوسرے شعبوں میں اردو ادب نے مغربی ادبیات، خصوصی انگریزی سے راہ نمائی حاصل کی ہے تدوین کے فن میں اردو ادب نے خود نئے اور اعلیٰ سنگِ میل قائم کیے ہیں۔ فنِ تدوین میں اردو نے نہایت اعلیٰ درجے کے محقق اور عالم پیدا کیے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو کو اپنے تاریخی اور لسانی پس منظر میں عربی و فارسی کی اعلیٰ ادبی روایات میسر تھی جن میں تحقیق و تدوین کی مضبوط روایت موجود تھی۔

ڈاکٹر قمر رئیس کے مطابق

''اردو میں ۔۔۔۔۔۔ایسے مستند عالم اور محقق ضرور ہیں جن کا موازنہ وثوق کے ساتھ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کے محققوں سے کیا جا سکتا ہے۔''(3)

ان محققین میں پروفیسر حافظ محمود شیرانی، قاضی عبدالودود، مولوی عبدالحق، امتیاز علی عرشی ڈاکٹر سید عبداللہ، سید مسعود حسن رضوی، پروفیسر نذیر احمد، پروفیسر گیان چند، رشید حسن خاں، ڈاکٹر وحید قریشی، جناب مشفق خواجہ اور ڈاکٹر جمیل جالبی کے نام گنوائے جا سکتے ہیں۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان محققین نے تدوین کا فن اپنی ذاتی محنت، لیاقت، کاوش اور بعض اوقات اپنے استادوں کی راہ نمائی کے باعث حاصل کیا۔ اردو میں تحقیق اور تدوین ذاتی ذوق وشوق اور پسند و دلچسپی کا نتیجہ رہی ہے۔ اس فن کے علم کو قلم بند کرنے اور اس کی مبادیات اصولوں اور طریق کار کو منضبط کرنے کی زیادہ کوششیں نہیں کی گئیں نہ ہی یونیورسٹیوں میں جن کا مقصدِ اولیں ہی علم وفن کی تحقیق وترویج ہے، اس طرف خصوصی توجہ دی گئی۔ اب تک جو کتب بھی اس موضوع پر لکھی گئیں وہ بھی ذاتی توجہ کا نتیجہ ہیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے ''متنی تنقید'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو اس موضوع پر اولیں کتابوں میں سے ہے۔ مقدمہ میں وہ لکھتے ہیں:

''میں پچھلے دو تین برس سے متنی تنقید کے مسائل پر غور کر رہا تھا لیکن یہ موضوع پوری طرح میرے ذہن میں صاف نہیں تھا، اس سال جب مجھے یونیورسٹی میں ایم۔ لٹ اور ببلیوگرافی کی کلاسوں کو متنی تنقید پر لیکچر دینے پڑے تو طالب علموں کی مشکلات کو اچھی طرح جاننے کا موقع ملا۔ جس کا نتیجہ یہ کتاب ہے۔''(4)

اسی طرح ڈاکٹر گیان چند اپنی کتاب ''تحقیق کا فن'' کے دیباچے کا آغاز ان الفاظ سے کرتے ہیں:

"جب میں نے پہلی بار الہ آباد یونیورسٹی میں ڈی فل کے لیے
ریسرچ کی تو مجھے میرے نگران نے فٹ نوٹ لکھنے کے بارے میں
ہدایت نہیں کی۔۔۔۔۔"(5)

جس کا نتیجہ وہ بتاتے ہیں کہ جب ان کا مقالہ شائع ہوا "تو فٹ نوٹوں سے مبرا تھا۔" بعدازاں جب وہ خود استاد بن کر پی ایچ۔ڈی مقالوں کے نگران بنے تو اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"میں اس زمانے میں اصولِ تحقیق سے بہت کچھ واقفیت حاصل
کر چکا تھا لیکن وہ میرے ذہن میں مرتب شدہ شکل میں نہیں تھے۔
چنانچہ میں اپنے زیرِ نگرانی اسکالروں کو صریحاً اس کا درس نہیں دیتا
تھا۔"(6)

کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے اپنی کتاب "اصولِ تحقیق و ترتیب متن" کے حرفِ آغاز میں کیا ہے۔ یہ مذکورہ بالا صاحبانِ علم اور فنِ تحقیق و تدوین کے بارے میں اولیں باقاعدہ کتابوں کے مصنفین میں سے ہیں۔انھوں نے نہایت عالمانہ دیانت داری سے یونیورسٹیوں میں اس وقت کے علمی ماحول کی نشان دہی کی ہے اور پھر محنت سے اس موضوع پر کتابیں لکھ کر اس علمی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔لہٰذا اب اصولِ تحقیق و تدوین متن پر کافی تحریری مواد میسر ہے۔ کچھ سیمینار بھی منعقد ہوئے جن میں پڑھے جانے والے مقالے شائع کیے گئے۔ بہت سے مضامین اور ان کے مجموعے بھی شائع ہوئے۔ آئندہ بھی اس امر کے امکانات ہیں کہ نئی تحریریں سامنے آئیں گی۔ یہ ضروری ہے کہ وہ 'فن' جس پر اردو ادب بجا طور پر فخر کرسکتا ہے اس کا علم بھی منضبط ہو جائے تاکہ طالب علم آغاز شوق ہی سے اس کے اصولوں ضابطوں، طریق کار اور معیارات سے آگاہ ہو سکے۔

تدوینِ متن کے علم کو جاننے اور سیکھنے کے لیے اس کی اصطلاحات کا جاننا بہت اہم

ہے۔اس سلسلے میں اس کی بنیاد پر غور کرنا لازم ہے کہ آخر اردو میں یہ علم کہاں سے آیا اور مدونین نے اس کی بنیاد کن علوم پر رکھی ہے۔تدوینِ متن کی نظریاتی معلومات کے حوالے سے ڈاکٹر خلیق انجم کی کتاب ''متنی تنقید'' سرِ فہرست ہے۔انھوں نے کاترے کی An Introduction to Textual Criticism سے متاثر ہو کر ''متنی تنقید'' لکھی۔گیان چند انگریزی سے متاثر ہیں انھوں نے رچرڈ ایلٹک کی The Art of Literary Research کی بنیاد پر ''تحقیق کا فن'' لکھی۔تنویر احمد علوی نے اس حوالے سے اپنا ہی ایک نظامِ فکر پیش کیا۔ان تمام علما کے ذرائع علیحدہ علیحدہ ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ تدوینِ متن کا فن اردو میں عربی و فارسی سے آیا ہے۔اس علم و فن کے اولین ماہرین کی بنیادی تربیت عربی و فارسی ہی کی تھی۔اردو مخطوطات کی بنیاد بھی ان کے مصنفوں کی عربی فارسی صلاحیتوں کی بنا پر تھی۔حافظ محمود شیرانی اور مولوی عبدالحق اردو تدوینِ متن کے بنیاد کار تھے انھوں نے عربی و فارسی کی روایت کے زیرِ اثر مخطوطات کو مدوّن کیا۔اس طرح اردو میں مخطوطہ نگاری اور تدوینِ متن کی ایک مسلسل روایت کی بنیاد استوار ہوئی۔اس فن کی اپنی بنیادی اصطلاحیں اور ضابطے ہیں اس لیے ہمیں نامانوس اور سنسکرت یا انگریزی اصطلاحات کے بجائے مروج اور قدیم اصطلاحات کے استعمال کو ترجیح دینی چاہیے۔

قدیم دور میں زبان تعلیم و تربیت کی بنیادوں میں شامل تھی لیکن جدید دور میں ایسا نہیں ہے۔آج کل جامعات میں جو نوجوان طبقہ تعلیم حاصل کر رہا ہے عموماً اس پس منظر سے آتا ہے جو عربی و فارسی کی ان اصطلاحات سے شناسا نہیں ہے۔گذشتہ کچھ عرصہ سے جامعات میں تحقیق و تدوین کے علم اور فن کی تدریس شروع کر دی گئی ہے۔ضروری ہے کہ جامعات کی سطح پر تحقیقی کام کو سرانجام دینے کے لیے اور کام شروع کرنے سے پہلے طلبا کو اس علم سے روشناس کرایا جائے۔

اب تک لکھی گئی تحریروں کے مطالعے سے ایک کمی کا احساس ہوتا ہے۔گو فنِ تدوین میں بہت سی اصطلاحیں روایتی طور پر مستعمل تھیں اور بہت سی نئے لکھنے والوں نے وضع کی ہیں لیکن ان کے استعمال اور مفاہیم میں اکثر اختلاف پایا جاتا ہے۔اصطلاحات کا معیاری، یکساں اور

مروج ہونا کسی بھی علم کی تدریس کی اولیں شرط ہے۔اس طرح سے پتہ چلتا ہے کہ ہم کس چیز کے بارے میں کیا گفتگو کر رہے ہیں۔اصطلاحات کے اختلاف سے خلط مبحث ہوتا ہے۔اس حوالے سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ بہت سی اصطلاحات سمجھ میں نہیں آتیں یا اپنی تعبیر و تضمن کو متعین نہیں کر پاتیں۔اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ یہ علم جسے ہم تدوینِ متن قرار دیتے ہیں اسے بھی ماہرین فن نے مختلف ناموں سے پکارا ہے۔

ڈاکٹر خلیق انجم تدوین کے لیے متنی تنقید کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔وہ متنی تنقید کی تعریف کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''متنی تنقید کا اصل مقصد حتی الامکان متن کو اصل روپ میں دوبارہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔اس روپ سے مراد وہ روپ ہے جو متن کا مصنف اپنی تحریر کو دینا چاہتا تھا۔''(7)

وہ مزید لکھتے ہیں:

''جب ہم متن میں کوئی غلطی دیکھتے ہیں اور اس غلطی کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس عمل کو متنی تنقید کہا جاتا ہے۔دوسرے لفظوں میں متن کی غلطیاں دریافت کرنے اور اُن غلطیوں کو درست کرنے کے فن کو متنی تنقید کہا جاتا ہے۔''(8)

ڈاکٹر خلیق انجم یہ بھی کہتے ہیں:

''متنی تنقید نام ہے اس متن کی بازیافت کا جو مصنف نے لکھا تھا یا لکھنا چاہتا تھا۔اگر کسی وجہ سے متن میں کچھ غلطیاں راہ پا گئی ہیں تو انھیں درست کرنا متنی نقاد کا کام ہے۔''(9)

رشید حسن خاں لکھتے ہیں

''تدوین کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ متن کو مصنف کے مقصود کے

مطابق پیش کیا جائے لیکن اس میں سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اکثر صورتوں میں، پرانی تحریروں کے سلسلے میں، یہ کہنا مشکل ہوتا ہے کہ اولین صورت یا اصل صورت کیا تھی؛ اس لیے یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ متن کو منشائے مصنف کے مطابق یا اس سے قریب ترین صورت میں پیش کرنا، مقصودِ تدوین ہے۔" (10)

ڈاکٹر محمد حسن تدوین کے لیے دو اصطلاحات کا استعمال کرتے ہیں یعنی تحقیقِ متن اور تصحیحِ متن۔ وہ لکھتے ہیں:

"اردو میں تحقیق کا سب سے پہلا اور بنیادی مسئلہ تحقیقِ متن اور تصحیحِ متن کا ہے۔ تصحیحِ متن سے میری مراد یہ ہے کہ متداولہ کلیات یا تصانیف میں جو الحاقی یا غیر مستند حصے شامل ہو گئے ہیں ان کی نشاندہی کی جائے اور جو حصے شامل ہونے سے رہ گئے ہیں انھیں شامل کیا جائے۔ تحقیقِ متن سے مراد یہ ہے کہ اصل مصنف نے جس طرح لکھا ہے اسی شکل میں متن کو پیش کر دیا جائے۔" (11)

ڈاکٹر عبدالرزاق قریشی تدوین کے لیے تصحیحِ متن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ پوسٹ گیٹ کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

"کسی مخطوطہ کو مرتب کرنے کا مقصد محض ایک کتاب کو گمنامی سے نکال کر شائع کر دینا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد مصنف کے اصل افکار، اندازِ تحریر اور زبان تک پہنچنا ہے۔ یعنی ایک صحیح نسخہ تیار کرنا ہے۔ اسی لیے Postgate نے متن کی تصحیح کو انسانی ذہن کی باقاعدہ اور ماہرانہ مشق کہا ہے۔" (12)

ڈاکٹر انصار اللہ نظر کے مطابق اردو میں قدیم متون کو نئی ترتیبوں سے آراستہ کر کے

شائع کرنا تدوین کہلاتا ہے۔" (13)

ڈاکٹر انصار اللہ نظر مزید لکھتے ہیں:

"ایڈیٹنگ جس کے لیے ترتیب کی بجائے 'تدوین' کی اصطلاح مناسب تر ہے، ایک بسیط فن ہے۔" (14)

پروفیسر نذیر احمد تدوین کے فن کو تحقیقِ متن کہتے ہیں جبکہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی اسے متنی تحقیق کا نام دیتے ہیں تاہم وہ اس کے لیے تدوینِ متن کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں اور اسے قابل قدر خیال کرتے ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند اس کے لیے تدوین کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس فن کو متنی تنقید نہ کہہ کر تدوینِ متن یا متنی تدوین کہنا بہتر ہے۔ واضح ہو کہ انگریزی میں تدوین کے فن کو ببلیو گرافی اور مدونِ متن کو ببلیو گرافر بھی کہتے ہیں۔ لندن میں تدوینِ متن کی ایک انجمن کا نام "ببلیو گرافیکل سوسائٹی" ہے۔" (15)

ڈاکٹر گیان چند تدوینِ متن کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تدوینِ متن مختلف نسخوں، شاذ و حید نسخے کا مطالعہ کر کے مصنف کے اصل متن کی بازتشکیل کرنے کو کہتے ہیں۔" (16)

ڈاکٹر محمد خاں اشرف لکھتے ہیں:

"تدوینِ متن: (متن کو جوڑنا، اکٹھا کرنا، متن کو ترتیب دینا) قدیم تحریری صورتوں کی بازیافت اور منشائے مصنف کے مطابق درست متن کا تعین، قدیم تحریروں کے متون کی تصحیح و تحقیق کا علم و فن، مصنف کی منشا کے مطابق جہاں تک ممکن ہو متن کی اصل صورت کو بحال کرنا۔" (17)

مندرجہ بالا محققین کی تحریروں میں تدوینِ متن کے لیے مختلف اصطلاحات استعمال کی

گئی ہیں ۔ ڈاکٹر خلیق انجم اسے ''تنقیدِ متن'' کہتے ہیں۔ انھوں نے یہ اصطلاح انگریزی Textual Criticism سے براوراست ترجمہ کی ہے۔ وہ تنقیدِ متن سے تدوین کا مکمل علم مراد لیتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حسن اسے تحقیقِ متن اور تصحیحِ متن کہتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالرزاق قریشی اسے تصحیحِ متن کے نام سے پکارتے ہیں۔ پروفیسر نذیر احمد تحقیقِ متن اور ڈاکٹر گوہر نوشاہی متنی تحقیق کہتے ہیں۔ رشید حسن خاں، گیان چند جین اور انصار اللہ نظر اس فن کے لیے تدوین کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جسے مختلف محققین نے مختلف ناموں سے پکارا ہے۔ اصطلاحات کے اس تنوع کی وجہ یہ ہے کہ ان نقادوں و محققین کے علم کے ذرائع مختلف ہیں۔ جن کا ماخذ ہندی اور سنسکرت کے متون ہیں انھوں نے اسے تنقیدِ متن کا نام دیا ہے۔ ان میں ایس ایم کاترے اور ڈاکٹر خلیق انجم شامل ہیں۔ جبکہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی اور دیگر محققین ترتیب یا تصحیح کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں ان کا ماخذ انگریزی علوم پر مبنی ہے۔ انگریزی ادب میں متون کی ترتیب اور تصحیح کی جاتی ہے جبکہ اردو میں تصحیح اس وقت ناگزیر ہے جب کوئی اور ماخذ نہ ہو، ایسی صورت میں بھی قیاسی تصحیح ہی ممکن ہے اور اس کے لیے بھی متن میں اسے شامل نہیں کیا جاتا ہے بلکہ حواشی میں درج کیا جاتا ہے یا متن میں توسین کی صورت میں۔ اردو میں تدوین کی اپنی روایت ہے جو انگزیری یا سنسکرت سے نہیں بلکہ عربی کے زیر اثر وجود میں آئی ہے عربی میں قرآن و حدیث کی روایت، اس کے اصول و معیارات کو اردو و تدوین میں مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ اردو میں اسے ''تدوینِ متن'' کی اصطلاح سے موسوم کیا جائے جو اس فن کے لیے موزوں ہے۔ اس میں ترتیب، تصحیح اور تحقیق سبھی عناصر شامل ہوتے ہیں۔ یوں ہم تدوینِ متن کی یہ تعریف متعین کر سکتے ہیں کہ تدوینِ متن سے مراد متن کی بازیافت اور انشا و منشائے مصنف کے مطابق درست متن کا تعین ہے۔

درج بالا صاحبانِ علم کا اس اصطلاح کے بارے میں اختلاف جس کے وہ اولیں مرتبین میں سے ہیں، اس مشکل کو واضح کرتا ہے جو ایک طالب علم کو پیش آتی ہیں۔ لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ ''تدوینِ متن'' کی اصطلاحات کو متعین کیا جائے اور ان کے یکساں اور مقبول عام

معنی کو مرتب کر کے مروج کیا جائے۔

طلبا کی مشکلات صرف اصطلاحات کے خلط مبحث ہی میں نہیں بلکہ وہ اکثر الفاظ کے تلفظ اور لغوی معانی سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر محمد خاں اشرف نے ابتدائی طور پر جو مضمون بعنوان ''اصطلاحات۔ تدوینِ متن'' (تحقیق نامہ ۲۰۰۴ء) لکھا تھا اس میں اصطلاحات کا تلفظ، لغوی اور اصطلاحی معانی جدا جدا دیے گئے تھے جس سے طلبا کی راہنمائی تو ہوئی لیکن محسوس کیا گیا کہ طلبا کی تفہیم کے لیے موجودہ مواد کافی نہیں ہے بلکہ ہر اصطلاح کی تشریح و توضیح بھی سلیس الفاظ میں کر دینا ضروری ہے تا کہ طلبا اور قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو لہٰذا اب ہر اصطلاح کی تشریح عام فہم انداز اور زبان میں درج کر دی گئی ہے اور جہاں مناسب ہوا مثالیں بھی دی گئی ہیں۔ امید ہے اس سے قارئین اور طلبا کو آسانی میسر ہوگی۔

زیرِ نظر کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ اول میں اردو تحقیق و تدوین کی اصطلاحات شامل کی گئی ہیں۔ حصہ دوم تدوینِ کی اسلامی روایت پر مشتمل ہے۔ ان دونوں حصوں میں جو ترتیب روا رکھی گئی ہے اس کے مطابق سب سے پہلے اصطلاح درج کی گئی ہے، پھر اس کا تلفظ حروفِ تہجی میں دیا گیا ہے، اس کے بعد اس کے لغوی معنی دیے گئے ہیں۔ بعد ازاں اس کے وہ اصطلاحی معنی درج کیے گئے ہیں جو تدوینِ متن کے علم میں استعمال ہوتے ہیں، ان کے بعد اس اصطلاح کے پس منظر اور استعمال کی تشریح اور توضیح بھی دی گئی ہے، جہاں مناسب معلوم ہوا مثالیں درج کر دی گئی ہیں۔ اس طرح کوشش کی گئی ہے کہ طلبا اور قارئین ان اصطلاحات سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔

اردو تدوینِ متن کی بنیاد دراصل اسلامی روایت پر ہے خاص کر قرآن و حدیث کی تدوین کے علم پر۔ قرآن و حدیث کی تدوین کی اسلامی روایت انسانی تاریخ میں تدوینِ متن کی اہم ترین مثال ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ طلبا کو اس پس منظر سے بھی آگہی ہو۔ اس لیے حصہ دوم میں ان کچھ اسلامی اصطلاحات کا اندراج بھی کر دیا گیا ہے جو اردو میں عام طور پر مستعمل اور رائج

ہیں۔ان سے طلبا کو تدوینِ متن کے اسلامی پس منظر سے بھی آگہی ہوگی۔

زیرِ نظر تالیف میں فنِ تدوین کی اہم اور نمایاں اصطلاحیں درج کی گئی ہیں۔ چونکہ اکثر اصطلاحات عربی و فارسی زبان میں ہیں اور آج کا طالب علم اپنے علم و ادب کے ان سرچشموں سے زیادہ واقف نہیں لہٰذا ان اصطلاحات کو فرہنگ کی طرز پر مرتب کر دیا گیا ہے۔ان کا املا، تلفظ، ان کے لغوی معانی اور اصطلاحی معانی جو فنِ تدوین میں مروج ہیں، دیے گئے ہیں، ان کی تشریح و توضیح بھی درج کی گئی ہے۔اس میں راہنمائی کے مندرجہ ذیل اصول مدنظر رکھے گئے ہیں:

1۔ جہاں تک ممکن ہو وہ اصطلاحیں استعمال کی جائیں جو مروج ہیں۔

2۔مشکل اور ناقابلِ فہم کی بجائے آسان اور قابلِ فہم اصطلاحیں درج کی جائیں۔

3۔روایتی اصطلاحوں کو ان کے اپنے روایتی مفہوم ہی میں استعمال کیا جائے۔

4۔اختلاف کی صورت میں دونوں معانی / یا اصطلاحیں درج کر دی جائیں لیکن زیادہ مقبول اصطلاح کو اہمیت دی جائے۔

یہ ابتدائی کاوش ہے۔اس کا مقصد طالب علموں اور قارئین کی مدد اور راہ نمائی ہے۔ امید ہے اس کو اسی روشنی میں دیکھا جائے گا۔ایسی تمام کاوشوں کی طرح یہ بھی نامکمل ہے۔تجاویز اور مشوروں کی بنیاد پر اس میں تبدیلی اور اصلاح کا عمل جاری رہے گا۔

ڈاکٹر محمد خاں اشرف

عظمت رباب

حواشی

(1) ڈاکٹر گیان چند، تحقیق کا فن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1994ء، ص: 399

(2) ڈاکٹر محمد حسن، ادبی تحقیق کے مسائل، مضمون مشمولہ، اردو میں اصول۔ تحقیق (انتخاب مقالات مرتبہ ڈاکٹر ایم۔ سلطانہ بخش، جلد دوم، اسلام آباد: ورڈ ویژن، طبع دوم جنوری 1995ء

(3) ڈاکٹر تنویر احمد علوی، اصول تحقیق و ترتیب متن، لاہور: سنگت پبلشرز، 2003ء، پیش لفظ ص 12

(4) ڈاکٹر خلیق انجم، متنی تنقید، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، 2006ء، ص 20

(5) ڈاکٹر گیان چند، تحقیق کا فن، ص 3

(6) ایضاً

(7) ڈاکٹر خلیق انجم، متنی تنقید، ص 22

(8) ایضاً، ص 24

(9) ایضاً، ص 27

(10) رشید حسن خاں، منشائے مصنف کا تعین مشمولہ تحقیق شناسی مرتبہ رفاقت علی شاہد، لاہور: القمر انٹر پرائزز اردو بازار، ص 218

(11) ڈاکٹر محمد حسن، ادبی تحقیق کے مسائل مشمولہ اردو میں اصولِ تحقیق جلد دوم، ص 129

(12) ڈاکٹر عبدالرزاق قریشی، مبادیات تحقیق، بمبئی: ادبی پبلشرز، 1968ء، ص

78,77

(13) ڈاکٹر انصار اللہ نظر، تدوین کے اصول و مدارج مشمولہ تحقیق شناسی، ص

184

(14) ایضاً، ص185

(15) ڈاکٹر گیان چند، تدوینِ متن مشمولہ تحقیق شناسی، محولہ بالا، ص204

(16) ڈاکٹر گیان چند جین، تحقیق کا فن، ص397

(17) ڈاکٹر محمد خاں اشرف، اصطلاحات - تدوینِ متن، مشمولہ تحقیق نامہ، مجلہ شعبہ

اردو جی سی یونیورسٹی لاہور، 2004ء، ص109

حصہ اول

اصطلاحات۔ تدوینِ متن

اصطلاح: آرائش، آرائشی

تلفظ: آرا ءِش/ی

لغوی معانی: سجاوٹ، بناؤ سنگار، زیبائش، سجاوٹ کیا ہوا

اصطلاحی معانی: نسخے یا مخطوطے کے سرورق اور کبھی کبھی حواشی اور جدول پر نقش و نگار بنانا اور بیل بوٹوں سے سجاوٹ اور زیبائش کرنا۔

تشریح:

حاکمِ وقت یا کسی سرپرست یا اعلیٰ عہدے پر فائز شخص کی خوشنودی کی خاطر اس کو پیش کرنے کے لیے اکثر مصنفین یا کاتب اپنے نسخے کی خاص طرح سے سجاوٹ/اہتمام کے ساتھ کتابت کراتے تھے۔ اس کے سرورق کو سنہری اور دیگر طریقوں، رنگوں اور بیل بوٹوں سے سجایا جاتا تھا۔ یہ سجاوٹ اکثر حاشیوں اور متن کے جدول پر بھی ہوتی تھی۔ اکثر رنگ دار، خوب صورت، اعلیٰ درجہ کا کاغذ استعمال کیا جاتا تھا۔ اس طرح سے تیار مخطوطے کو اہتمام کے ساتھ تقریب کے موقع پر ممدوح یا سرپرست کو پیش کیا جاتا تھا۔ ایسا نسخہ جس پر سجاوٹ اور زیبائش کی گئی ہو، اس کو آرائشی نسخہ کہا جاتا ہے۔ اگر اس کا رنگ سنہرا ہو تو اس کے لیے مطلّا اور مجلّا کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ کبھی اسے مُذہّب بھی کہا گیا ہے۔ مخطوطوں کی ایسے تیاری قدیم عہد کی تہذیب کا ایک اہم حصہ تھا۔ غالب کا نسخہ لاہور جو کہ مہاراجہ جے پور کو پیش کرنے کے لیے تیار کیا گیا تھا اس کی ایک مثال ہے۔ غالب اکثر اپنے ممدوحین کو اپنے دیوان/کلام کے نسخے تیار کرا کے پیش کرتے تھے۔ اس کی ایک اور مثال نسخہ حمیدیہ ہے۔

اصطلاح: اتفاقیے اِتفاقیہ کی جمع

تلفظ: اِث تِ ف اق ی ہ

لغوی معنی: اچانک، غیرارادی

اصطلاحی معنی: تدوین میں اس سے مراد کسی نسخے/مخطوطے میں ہجے، رموزِ اوقاف، املا اور لفظوں کی تقسیم کا وہ نظام ہے جو کسی خاص دور یا عہد سے متعلق/مخصوص ہو

تشریح:

اردو زبان کے عہد بہ عہد ارتقا میں املا، رسم الخط اور ہجوں میں بہت تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ ہر عہد میں زبان و بیان، الفاظ و فقرات، املا اور ان کے لکھنے کا طریقہ مختلف تھا۔ تدوینِ متن کے ماہر کو کسی بھی عہد سے متعلق اس کے املا کی خصوصیات، ہجوں کے نظام، لکھنے کا طریق، رموز اوقاف سے آگاہی ہونا ضروری ہے، نہ صرف اس عہد سے بلکہ اس سے پہلے اور بعد کے عہد کے اتفاقیوں سے بھی۔ جو شخص عہد بہ عہد کے املا وغیرہ سے واقف نہیں ہوگا وہ متن کی تحقیق میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ہر عہد میں بہت سے الفاظ و فقرات ایسے مروج رہے جو معنی، تلفظ، املا اور ہجوں کے لحاظ سے آج سے مختلف ہیں۔ بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو اب متروک ہو گئے ہیں یا ان کا املا بدل گیا ہے۔ محقق کے لیے ان اتفاقیوں سے آگہی ناگزیر ہے۔ مثلاً دکنی دور میں سیتی، سوں وغیرہ کا استعمال عام تھا جو بعد میں متروک ہوگیا۔

N اتفاقیے اور مختارات میں امتیاز کرنا ضروری ہے۔ مختارات کسی ایک مصنف

کے اپنے لفظوں، املا، ہجوں اور رموز اوقاف کی وہ خصوصیات ہیں جو اسی کی ذات سے متعلق ہیں جبکہ اتفاقیے وہ خصوصیات ہیں جو کسی عہد سے متعلق ہوتی ہیں۔ غالب کے عہد میں یائے معروف و مجہول میں فرق نہیں ہوتا تھا۔ یہ اُس عہد کے اتفاقیوں کا حصہ ہے جبکہ خود غالب خور کو بغیر واؤ کے لکھتے تھے۔ خمہ (ـ) کے بجائے (ط) کی علامت استعمال کرتے تھے، یہ ان کے مختارات ہیں۔ مختارات اور اتفاقیوں میں امتیاز کرنا اہم ہے۔

اگر محقق و مدون مختارات کو اتفاقیے قرار دے دے تو اس کے اپنے فن میں غلطی کا احتمال رہے گا کیوں کہ مختارات ایک مصنف کے ہیں اور دوسروں پر لاگو نہیں ہوتے۔

اصطلاح: **اختلافِ نسخ**

تلفظ: اِ خ تِ لاف ن س خ

لغوی معنی: نسخوں کا اختلاف

اصطلاحی معنی: کسی متن کے مختلف نسخوں میں عموماً اختلاف پائے جاتے ہیں۔ان کو اختلافِ نسخ کہا جاتا ہے۔مدون اساسی متن میں صحیح ترین متن درج کرتا ہے۔ باقی اختلاف حاشیہ میں دیتا ہے۔(نیز دیکھیے نسخ /نسخہ)

تشریح:

تدوینِ متن کا بڑا مسئلہ ہی اختلافِ نسخ ہے۔مقبول عام کتابیں اور نسخے جو بار بار نقل ہوتے رہتے ہیں ان میں اکثر اختلافات پائے جاتے ہیں۔کہا جا سکتا ہے کہ جس متن کے جتنے نسخے ہوں گے اتنا ہی اختلافِ نسخ کا دائرہ وسیع ہوگا مثلاً دیوانِ ولی کے مختلف نسخوں میں اتنے اختلافات ہیں کہ مدون نے لکھا:

''ہر صفحہ میں بلکہ ہر غزل میں اکثر مصرعے اور اشعار ایک دیوان سے دوسرے دیوان میں مختلف پائے جاتے ہیں۔''

یہ اختلافات نقل کی غلطی سے پیدا ہوتے ہیں۔بعض اوقات مصنف بعد کے نسخوں میں خود تبدیلی کر دیتا ہے،کبھی نقل کرنے والا کم فہمی کی وجہ سے اصلاح کر دیتا ہے کبھی الحاقی کلام شامل ہو جاتا ہے۔زمانی بُعد کی وجہ سے بھی متن میں اختلافات رونما ہوتے ہیں۔املا کی تبدیلی،مبہم قرأت کو درست کرنے کی کوشش، رسم الخط کی تبدیلی، کاتب کی اصلاح، املا کی اغلاط، تذکیر و تانیث کی تبدیلی، اعداد کا التباس،

قیاسی تصحیح، ان تمام کے نتیجے میں اختلافِ نسخ کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔

کسی متن کی تدوین کرتے ہوئے تمام اہم اختلافات کو درج کرنا ضروری ہوتا ہے۔ عام طور پر اس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ کسی ایک نسخہ کو جو سب سے معتبر ہو اساسی نسخہ بنا لیا جائے اور اسے متن میں درج کیا جائے جبکہ تمام اختلافاتِ متن حواشی میں درج کر دیے جائیں اور متن میں جہاں اختلاف ہے وہاں کسی علامت یا نمبر سے ظاہر کر دیا جائے۔

دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ تمام معتبر نسخوں سے معیاری متن چُن کر مرتب کر دیا جاتا ہے۔ تمام اختلافات حواشی میں دے دیے جاتے ہیں۔ اختلافی نسخوں/مخطوطوں کو ظاہر کرنے کے لیے ان کے مخففات متعین کر لیے جاتے ہیں اور ان کو حاشیہ/حوالہ کے طور پر نمبر دے کر یا علامت دے کر درج کر دیا جاتا ہے۔ اختلافات نسخ کے حوالہ کے لیے متن میں نمبر یا علامت یا مخفف کا، جو طریقہ بھی مدون استعمال کرے، اسے اس کی وجہ اور تفصیل مقدمہ میں واضح کر دینی چاہیے۔ اس کے علاوہ اسے علیحدہ متن کے آغاز سے پہلے بھی درج کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ واضح رہے کہ جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے اس میں قاری کی سہولت پیشِ نظر رہے، یعنی وہ سادہ، آسان اور قابلِ فہم ہو۔

اصطلاح: **اساسی نسخہ**

تلفظ: اَساسی نُسخہ

لغوی معنی: بنیادی نسخہ

اصطلاحی معنی: وہ نسخہ جس کو تدوین کے عمل کی بنیاد بنایا جائے ،اس میں درج متن کو ''اساسی متن'' بھی کہتے ہیں۔(نیز دیکھیے ماخذی نسخہ)

تشریح:

متن کی تدوین کے لیے بہترین صورت تو یہ ہے کہ اس کے تمام نسخے مہیا کیے جائیں لیکن ایسا عملاً ممکن نہیں ہوتا لہٰذا مدونِ متن اپنے موجود نسخوں کا موازنہ کرتا ہے اور ان میں سے جو سب سے معتبر نسخہ ہو اسے اپنی تدوین کی بنیاد بناتا ہے اسے اساسی نسخہ کہتے ہیں۔

اساسی نسخہ قرار دینے کے لیے مندرجہ ذیل نسخے مناسب ہو سکتے ہیں

1۔ مصنف کے اپنے ہاتھ کا نسخہ جسے دستخطی نسخہ بھی کہتے ہیں۔

2۔ اس کے بعد وہ نسخہ ہے جو مصنف نے اپنی نگرانی میں تیار کرایا ہو یا مصنف نے اس پر نظر ثانی کی ہو۔

3۔ کسی دوست یا شاگرد نے مصنف کی رضا سے تیار کیا ہو۔

4۔ زمانی اعتبار سے قریب تر ہو۔

5۔ اندرونی بیرونی شواہد کی بنا پر قابل اعتبار ہو۔

6۔ کسی صاحب اقتدار کے حکم پر علما نے اپنی نگرانی میں تیار کیا ہو۔

اصطلاح: **استدراک**

تلفظ: اس ت ذ را ک

لغوی معنی: پوچھنا، جاننا، سمجھنا، چاہنا، تلافی کرنا، تدارک کرنا، درستی، اصلاح

اصطلاحی معنی: کتاب کے متن سے متعلق وہ ترمیم و اصلاح جو مدون کتاب کے آخر میں درج کرتا ہے اور جسے وہ متن میں درج نہیں کرسکتا۔ متن پر رائے/تشریح/درستی جو متن کے بعد دی جائے۔

تشریح:

استدراک کی اصطلاح متفرق اور مختلف معنوں میں استعمال کی جاتی ہے۔

اس کی نمایاں صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ ایسی اطلاعات جو متن کی تدوین و ترتیب کے دوران موصول نہ ہوسکی ہوں ان کو اس عنوان کے تحت آخر میں درج کردیا جاتا ہے۔

2۔ اشخاص و واقعات سے متعلق ایسی خبر یا معلومات جو کتاب کی تحریر کے بعد وجود میں آئے ان کو بعد میں اس عنوان کے تحت شامل اشاعت کرنا۔

3۔ کسی حقیقت، رائے اور بیان سے متعلق ایسی بحث جو متن کتاب میں نہ دی جاسکتی ہو لیکن مصنف/مرتب اُس کو اہم خیال کرے اس کو بعد میں درج کرنا۔

4۔ ایسا نظریہ، نقطہ نظر جو کتاب کی تصنیف کے بعد موصول ہوا ہو اور مصنف و مرتب اس پر رائے دینا چاہے، خاص کر مختلف اور متخالف نقطہ نظر، اس کو اس عنوان کے تحت بعد میں درج کرنا۔

5۔ اپنی کسی غلطی، نظریے یا قول کا جواز، اعتراف یا درستی جو بعد میں درج کی جائے۔

اصطلاح: **اسماء الرجال**

تلفظ: اَس ماء رِ ج ال

لغوی معنی: اسما: اسم کی جمع (اسامی جمع الجمع) رجال: رجل کی جمع، بالغ مرد

اصطلاحی معنی: مَردوں کے نام، لوگوں کے نام، علم حدیث کا شعبہ جس میں راویانِ حدیث اور ان کے حالات سے بحث کی جاتی ہے، متن میں آنے والے لوگوں کے نام

متن میں درج لوگوں کے ناموں کی فہرست

مشہور اور تاریخی شخصیتوں کے ناموں کی فہرست

تشریح:

اکثر متون میں بہت سی تاریخی، مذہبی، علمی اور دیگر عصری شخصیات کے حوالے آسکتے ہیں ۔ بہت سے ناموں میں مشابہت کی بنا پر التباس بھی ہو سکتا ہے۔روایت کے منتقل ہونے میں ان افراد کی ذاتی لیاقت، دیانت، کردار و مقام کی خاصی اہمیت ہوتی ہے۔اس لیے متن کے حواشی وتعلیقات میں ایسی شخصیات اور ان کے حالات وکوائف کا درج کیا جانا اہم ہے۔ان سے متن کی افادیت بڑھ جاتی ہے اور قارئین کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

اسماء الرجال کا اندراج انڈیکس سے مختلف ہے۔شخصیات کا اشاریہ متن میں درج اشخاص کے ناموں اور صفحہ نمبروں پر مشتمل ہوتا ہے۔اسماء الرجال میں ان شخصیات کے درست نام، عرفیت وخطاب والقاب وغیرہ، ان کی سوانح، ان کی علمیت، ان کی تصنیفات، ان کی لیاقت، شجرہ نسب، زمانہ، کردار وغیرہ تمام باتوں سے بحث کی جاسکتی ہے جو متن کی تعبیر اور استناد کے لیے ضروری ہوں۔

اصطلاح: **اسناد**

تلفظ: اَس نَاد سند کی جمع

لغوی معنی: دلیل، ثبوت، دستاویز، تصدیق نامہ، معتمد، معتبر

اصطلاحی معنی: تحقیق و تدوین کے عمل میں مددگار تمام ذرائع، کتب، مخطوطات، قلمی و مطبوعہ نسخے، تذکرے فرہنگیں، گلدستے، مجموعے، بیاضیں، خطوط، مقامات، مجموعہ ہائے اشعار، احادیث، ملفوظات کتبے۔ انھیں عموماً بنیادی اور ثانوی میں بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔

تشریح:

تحقیق و تدوینِ متن ایک مشکل عمل ہے۔ اس عمل کے تمام اقدام کو ثبوت اور تصدیق کی ضرورت ہے۔ یہ شہادتیں اور ثبوت مختلف ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں جن میں تذکرے، پرانے مخطوطات، مطبوعہ اور قلمی نسخے، حوالے کی کتابیں، تاریخیں، بیاضیں، مکاتیب، ملفوظات وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ محقق اور مدون ان تمام ذرائع اور دلیلوں کے مطالعے، موازنے اور قدر بندی سے اپنے نتائج اخذ کرتا ہے اور ان کو دلیل اور ثبوت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ یہاں اسناد کی اصطلاح کو وسیع ترین معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کے ذریعے کوئی محقق یا مدون اپنی تحقیق و تدوین کی بنیاد بناتا ہے اور اس کے لیے ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔

جملہ اسنادِ تحقیق کے وہ بنیادی ذرائع ہیں جن پر محقق اپنی تحقیق کی عمارت استوار کرتا ہے۔ محقق و مدون عموماً اپنے تدوین کے عمل سے پہلے تمام اسنادِ تحقیق کو جمع

کرنے اور مرتب کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اسناد کی تلاش، فراہمی اور استعمال ایک مسلسل عمل ہے۔ محض چند ایک پر بھروسہ کرنے سے غلطی کا احتمال رہتا ہے۔ اس سلسلے میں مدون و محقق کو اپنا ذہن ہمیشہ کھلا رکھنا چاہیے۔

اصطلاح: **اشاریہ**

تلفظ: اِش ارِی ہ انگریزی Index کا ترجمہ

لغوی معنی: کسی کتاب/متن میں درج مندرجات کی حروف تہجی کے اعتبار سے فہرست جس میں صفحہ نمبر درج ہو اور جو عموماً متن کے آخر میں دی جاتی ہے۔ اشاریے عموماً کئی قسم کے ہوتے ہیں، عمومی اشاریہ میں تمام نام درج ہوتے ہیں۔ اشخاص، کتب، مقامات، اداروں، رسائل وجرائد کے علیحدہ علیحدہ اشاریے بھی بنائے جاتے ہیں۔

تشریح:

اشاریہ تحقیق وتدوین کی اہم ضرورت ہے۔ اشاریہ کتاب کے آخر میں درج کیا جاتا ہے اور یہ متن میں آنے والے اسما، اشخاص، کتابوں، مقامات وغیرہ کی فہرست پر مشتمل ہوتا ہے۔ محقق اس کے علاوہ اور بھی نام/اشیا اس فہرست شامل کر سکتا ہے۔ ان حوالوں کو حروف تہجی یعنی الف بائی ترتیب سے درج کیا جاتا ہے اور ہر نام کے ساتھ ان صفحات کا نمبر درج ہوتا ہے جس پر ان کا ذکر یا اندراج ہوتا ہے۔ اس طرح سے قاری یا محقق اشاریہ کے ذریعے سے متعلقہ معلومات تک فوری پہنچ سکتا ہے۔ اکثر صرف ایک ہی اشاریہ تمام معلومات کا تیار کیا جاتا ہے لیکن بعض اوقات مختلف محقق اشخاص، کتب، مقامات وغیرہ کے علیحدہ علیحدہ اشاریے بھی درج کرتے ہیں۔ جو بھی طریقہ استعمال کیا جائے اس کا اندراج فہرست میں کر دینا چاہیے۔

اگر ایک سے زیادہ اشاریے علیحدہ علیحدہ ہوں تو مقدمہ میں بھی اس کی وجہ

اور طریق کی وضاحت کر دینی چاہیے۔ اشاریے میں اشخاص کے ناموں کے اندراج کے لیے بھی جو طریقہ استعمال کیا جائے اس کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ انگریزی میں سرنیم (Surname) یعنی خاندانی نام پہلے لکھا جاتا ہے اور کرسچین نام یعنی اصل نام بعد میں لیکن اردو میں ایسا ممکن نہیں۔ یورپین ممالک میں سرنیم دینے کا ایک مسلمہ معاشرتی اور قانونی طریق ہے جبکہ پاکستان و ہندوستان میں ایسا نہیں ہے، اکثر لوگوں کے نام کے ساتھ کوئی سرنیم نہیں ہوتا، جیسے علامہ اقبال، فیض احمد فیض وغیرہ، کبھی کوئی نسبتی نام کسی کے نام کے آخر میں آتا ہے تو وہ غلط فہمی کا موجب بنتا ہے جیسا دہلوی، گجراتی یا بخاری، خان وغیرہ۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اردو میں جس طرح کوئی شخص مشہور ہو اسی طرح اس کا نام لکھا جائے ورنہ پھر ایک کے بجائے زیادہ جگہ درج کر دیا جائے۔

اشاریہ کتاب کی تیاری کے بعد ہی تیار کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں صفحات نمبر کا اندراج ضروری ہے۔ اشاریہ میں مقدمہ وغیرہ بھی شامل ہے اس کا اندراج بھی کرنا چاہیے۔

اصطلاح: اصولِ تحقیق

تلفظ: اُصولِ تحقِیق

لغوی معنی: فنِ تحقیق کے طریقے، ضابطے، ایسے ضابطے اور طریق کار جو محقق کو سامنے رکھنے چاہیں۔ تحقیق کا طریق کار۔ راہنما خطوط

اصطلاحی معنی: یہ اصطلاح مرکب ہے دو الفاظ اصول اور تحقیق سے یعنی تحقیق کے اصول،
اصول: جمع ہے اصل (اص ل) کی جس کے معنی ہیں جڑ، بنیاد
اصطلاحاً اصول ان قوانین، ضابطوں اور بنیادی تصورات کا نام ہے جن پر کسی علم اور فن کی عبارت استوار ہوگئی ہے اور جن کو سامنے رکھ کر اس علم یا فن کے پیروکاران میں بلند ترین مہارت یا صلاحیت کرتے ہیں۔

تشریح:

تحقیق (ت ح ق ی ق) کے معنی ہیں حق کو ثابت کرنا، حق بات کو ڈھونڈنا، حق کی تلاش کرنا اور اس کو جاننا، حقیقت کو پانا،

اصطلاح میں تحقیق ایک طرز مطالعہ اور طریق عمل کا نام ہے جس میں ایک سائنسی طریقہ سے نئے حقائق کی تلاش کی جاتی ہے یا معلوم حقائق کو پرکھا جاتا ہے۔

لہٰذا اصولِ تحقیق سے مراد ایسی بنیاد، ضابطے اور طریقے ہیں جن کو پیش نظر رکھ کر محقق علم وادب اور سائنس میں نئے حقائق کی تلاش کرتے ہیں یا معلوم حقائق کو پرکھتے ہیں۔ عام طور پر ایسے تمام ضابطوں اور طریقوں کو اصولِ تحقیق کا نام دے دیا جاتا ہے جو کسی بھی طرح سے تحقیق میں مدد کرتے ہیں۔ ان میں وہ ضابطے اور طریقے

بھی شامل ہیں جو تحقیق کے نتائج کو پیش کرنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔

ادبی تحقیق میں اصولِ تحقیق سے مراد وہ طریق، تصورات اور ضابطہ کار ہیں جو محقق حقیقت تک پہنچنے کے لیے اور پھر ان کو پیش کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اس میں موضوع کا انتخاب، مآخذ کی تلاش، اسناد کا استعمال وغیرہ شامل ہیں۔ یونیورسٹیوں میں ان میں خاکہ تیار کرنے، مقالہ لکھنے، اس کو پیش کرنے اور ڈگری کے حصول کے دیگر مراحل کو بھی شامل کیا جاتا ہے یعنی خاکہ کیسے تیار کیا جائے، مواد کی تلاش اور چھان پھٹک، تسوید کا کام، مبیضہ تیار کرنا، اس کے ابواب، عنوانات اور تسوید کے دیگر لوازم کا استعمال، اشاریے اور تعلیقات وحواشی کی تیاری اور املا کے طریقے، مقدمہ لکھنے کا طریقہ وغیرہ اور آخر میں تمام مقالہ کے زیر بحث نکات اور نتائج کا ایک مختصر خلاصہ/ بیان۔ یہ کام تدریسی اور طالب علمانہ نوعیت کا ہے لیکن چونکہ عموماً سکالر ان سے آگاہ نہیں ہوتے، اس لیے اصولِ تحقیق میں ان کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔ گائیڈ کے فرائض کا یہ اہم حصہ ہے کہ وہ سکالر کو ان ضوابط سے آگاہ کرے اور پھر یقین کرے کہ وہ اپنی تحقیق کے عمل کے دوران ان پر کاربند بھی رہے۔

اصطلاح: **التباس**

تلفظ: ال۔ت۔ب۔اس

لغوی معنی: مشابہت، ہم شکل ہونے کے باعث شبہ پڑنا، پوشیدہ ہونا، مشکوک ہونا، دھوکا ہونا۔

اصطلاحی معنی: چند خصوصیات کے مشترک ہونے سے کسی ایک متن کا دوسرے سے مشابہ ہونے کی وجہ سے مشکوک ہونا۔ تخلص، زمین، ردیف و قافیہ یا اور وجوہات کی وجہ سے ایک شاعر کا کلام دوسرے سے مل جانا، یا ملا لیا جانا، یا ایسا ہونے کا دھوکا ہونا۔

تشریح:

التباس تحقیق و تدوین کی اصطلاح ہے۔ مختلف مخطوطوں اور بار بار چھپنے والی کتابوں میں اکثر تحریفات و تصرفات راہ پا جاتے ہیں۔ ان کے دیگر اسباب میں ایک سبب ''التباس'' ہے۔ یہ عموماً ان تحریفات و تصرفات کے لیے استعمال ہوتا ہے جو غیر ارادی ہوں اور جن کی بنیاد ایسی مشابہات پر ہو جس سے مرتب، قاری یا کاتب دھوکا کھا جائے۔ ان کی اہم صورتیں مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں:

1۔ ایک ہی تخلص رکھنے والے مختلف شاعروں کے کلام میں التباس

2۔ مختلف شاعروں کی ایک جیسی زمینوں والی غزلوں کا ایک کے بجائے دوسرے سے منسوب ہو جانا

3۔ بیاضوں کے منہ، ولہ، ایضاً جیسی علامتوں کے غلط لگ جانے سے التباس ہو جانا

4۔ اگر ایک شاعر کسی خاص طرز، علامت، صنف یا طرزِ اظہار کے لیے مشہور ہو تو دوسروں کی ایسی خصوصیات کی حامل چیزوں/تحریروں کو ان سے منسوب سمجھ لینا

التباس کی اور بھی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ مدونِ متن کا یہ اہم فریضہ ہے کہ وہ ایسی تمام تحریفات کا سراغ لگائے جو متن میں وقت، مشابہت، کاتبوں کی غلطی یا اور وجوہات سے راہ پا گئی ہیں۔ ان کا سراغ لگانا تدوین کا مشکل ترین کام ہے۔ یہ مدوِن کے علم و فضل اور تحقیقی صلاحیتوں کا کڑا امتحان ہے۔ اس کے لیے متن کی روایت کا تفصیلی علم، مخطوطہ شناسی کی اعلیٰ مہارت، عہد اور مصنف کے اتفاقیوں اور مختارات سے آگاہی اور سماجی و معاشرتی تاریخ سے گہری واقفیت از حد ضروری ہیں۔

اصطلاح: الحاق

تلفظ: اِل حَ اق

لغوی معنی: ملانا، پیوست کرنا، شامل کرنا، شامل ہو جانا، مل جانا،

اصطلاحی معنی: ایک شاعر یا مصنف کے متن میں دوسرے شاعر یا مصنف کے متن کا شامل ہو جانا، یہ جان بوجھ کر بھی کیا جاتا ہے اور انجانے میں بھی ہو سکتا ہے، اکثر عقیدت میں یا تخلص کے ایک ہونے کی بنا پر بھی ایسا ہو جاتا ہے

تشریح:

تدوینِ متن کا ایک اہم مسئلہ الحاق ہے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہیں اور ''التباس'' اس کی ایک وجہ ہے۔ تحقیق و تدوین میں متن کا شاید یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ ''الحاق'' سے مراد کسی ایک مصنف/ ادیب یا شاعر کے کلام یا تحریر میں دوسرے مصنفین، ادیبوں یا شاعروں کے کلام کا شامل ہونا ہے۔ مخطوطات اور متون میں بہت سی وجوہات سے تحریفات اور تصرفات ہوتے رہتے ہیں جن کی مختلف وجوہ ہیں، ارادی بھی اور غیر ارادی بھی۔ بعض اوقات متداول کلام میں منسوخ کلام شامل ہو جاتا ہے۔ کاتب یا مرتب عقیدت، محبت یا کسی اور وجہ سے ایک کتاب یا کلام میں دوسرے کا یا اپنا کلام شامل کر دیتے ہیں۔ آزاد نے ذوق کے دیوان میں بہت سی غزلیں خود لکھ کر شامل کر دیں۔ کلیاتِ سودا میں بہت سا کلام دیگر شعرا کا شامل ہے۔ میر کے نام سے دوسروں کے قطعات، غزلیں اور اشعار منسوب ہو گئے ہیں۔ بعض اوقات شاعر اپنا کلام فروخت کر دیتے تھے یا دوسروں کو بخش دیتے تھے۔ کبھی کبھی لوگ دوسروں کی چیزیں چرا کر اپنے نام اور کلام میں شامل کر لیتے تھے۔ یہ سب الحاق کی صورتیں ہیں اور محقق کا فرض ہے کہ ان کا پتہ چلائے اور ان کو علیحدہ علیحدہ کرے۔

اصطلاح: الخ

تلفظ: اَل خ

لغوی معنی: اِلیٰ اٰخِرِہٖ کا مخفف، معنی آخر تک

اصطلاحی معنی: جب کوئی مشہور و معروف عبارت تحریر کرنا ہو تو اس کا تھوڑا سا حصہ لکھ کر ''الخ'' لکھ دیتے ہیں جس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ باقی تمام عبارت شامل سمجھی جائے۔ یعنی آخر تک فرض کر لیا جائے۔
بعض متون اور عبارتوں میں مصنف کوئی شعر یا عبارت مکمل نقل کرنے کے بجائے ایک یا چند ابتدائی الفاظ لکھ کر تین یا چند نقطے ۔۔۔۔ ڈال کر الخ لکھ دیتے تھے، جس سے مراد تھی یہ شعر یا عبارت آخر تک لکھی سمجھ لی جائے۔

تشریح:

قدیم متون اور جدید دور میں بھی مخفف کی علامت استعمال ہوتی ہے خاص کر شعروں اور آیات کے لیے، اشعار کے بارے میں سمجھا جاتا ہے۔ اہلِ علم اور اہلِ ذوق ان سے آگاہ ہوتے ہیں لہٰذا پورا شعر لکھنے کے بجائے چند ابتدائی الفاظ لکھ کر الخ لکھ دیا جاتا تھا، اسی طرح چونکہ عباراتِ مقدسہ وغیرہ لکھنے سے اندیشہ ہوتا تھا کہ کہیں ان کے احترام میں خلل نہ واقع ہو محض پہلا لفظ یا چند الفاظ لکھ کر چند نقطے ڈال کر الخ لکھ دیا جاتا تھا۔ یہ عبارات اور اشعار عموماً ایسے ہوتے ہیں جن کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ ایسے اہل علم اور اہل ذوق جو اس تحریر کا مطالعہ کر رہے ہیں ان سے آگاہ ہوں گے لہٰذا محنت، وقت اور کاغذ کی بچت کے ساتھ ساتھ قاری سے بھی ایک طرح کا رشتۂ آگاہی قائم ہو جاتا تھا۔

اصطلاح: املا

تلفظ: ام ل ا

لغوی معنی: لکھنا، لکھوانا، یاد سے لکھنا۔

اصطلاحی معنی: الفاظ، حروف کی مروج لکھی جانے والی شکل وصورت، حروفِ تہجی کی شکل، ان کو ملا کر الفاظ کی تحریری شکل۔

تشریح:

املا کے معنی ہیں لکھنا یا لکھوانا، رسم الخط کے مطابق الفاظ کو ان کے حروف کی صحیح ترتیب سے لکھنا املا کہلاتا ہے۔ املا اس بات کا تعین کرتا ہے کہ کس لفظ کو کن حروف سے اور کس ترتیب سے لکھنا چاہیے۔ املا میں عہد بہ عہد تغیر وتبدل اور اصلاح ہوتی رہتی ہے۔ انیسویں صدی اور اس سے پہلے ''پاؤں'' کا املا ''پانو'' تھا۔ غالب بھی اسی طرح لکھتے تھے، ''ماں'' کو صرف ''ما'' یعنی بغیر نون غنہ لکھا جاتا تھا۔ اب ان الفاظ کا املا بدل گیا ہے۔ املا کے ان تغیرات کو سمجھنا اور ان کے عہد بہ عہد ارتقا وتبدیلی سے واقفیت محقق اور مدون کے لیے ضروری ہے۔ اگر وہ اس سے آگاہ ہوگا تو وہ مخطوطے کے عہد اور زمانے کا بہترین تعین کر سکتا ہے مثلاً جنوبی ہند اور دکن میں حروف ملا کر لکھنے کا رواج تھا اور اکثر حرکات سے بھی حروف کا کام لیا جاتا تھا۔ غالب کے عہد تک یائے مجہول اور یائے معروف کو ایک ہی طرح لکھا جاتا تھا۔

حروفِ تہجی کی خارجی شکل وصورت اور ان کو ملانے سے الفاظ کی ظاہری شکل وصورت یعنی تحریر میں جو تبدیلیاں آتی ہیں ان کو املائی تغیرات کہتے ہیں۔

اصطلاح: انتحال

تلفظ: ان ت ح ال

لغوی معنی: غلط نسبت، سخن چوری کرنا، مضمون چرانا۔

اصطلاحی معنی: جب کوئی مصنف کسی دوسرے کی تصنیف یا کلام کو اپنا بنا کر پیش کرے۔
اس کو ''سرقہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

تشریح:
ادبی تاریخ میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ کسی ایک شخص نے دوسرے کے کلام/
تحریر، اشعار یا تصنیف یا تخلیق کو اپنا بنا کر پیش کر دیا ہے۔ یہ ایک طرح کا سرقہ ہے۔
اکثر ادبی رسالوں میں ایسی غزلیں اور نظمیں شائع ہوتی ہیں جو اکثر چرائی ہوتی ہیں۔
ان کی پہچان کا کوئی طریقہ نہیں، محقق کا وسیع مطالعہ اور علمی تجربہ ہی اس کی راہنمائی کر
سکتا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند کے مطابق محمد عبداللہ عطا ساکن چھکاری نے اقبال کی نظم
''نیا شوالہ'' (۱۹۰۵ء) کو رسالہ ''شاہد سخن'' حیدر آباد دسمبر ۱۹۱۳ء میں اپنا مال بنا کر شائع
کر دیا۔ اسی طرح غلام حسین بخشی کی مثنوی ''معدنِ یاقوت'' (۱۲۲۱ھ) کو قدرے مختصر
کر کے محمد ناصر خاں رام پوری نے ''نسخۂ یاقوت'' (۱۲۳۳ھ) نام دے کر اپنی
تصنیف بنالیا۔ شیخ سعدیؒ سے روایت ہے کہ ایک دن کسی شہر سے گزرے، مجمع لگا ہوا
تھا اور ایک شخص ان لوگوں کو شیخ سعدی کے اشعار سنا رہا تھا اور داد وصول کر رہا تھا۔ آپ
نے اس شخص کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ اشعار تو سعدی کے ہیں۔ اس نے جواب دیا جی
ہاں اور میں سعدی ہوں۔ شیخ سعدی نے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ شعر چور تو سنے
تھے، شاعر چور آج ہی دیکھا ہے۔

اصطلاح: انتساب

تلفظ: ان ت س اب

لغوی معنی: نسبت دینا، لگاؤ، منسوب ہونا

اصطلاحی معنی: (1) ایک شاعر کا کلام دوسرے سے کسی غلط فہمی، لاعلمی یا کسی اور التباس کی وجہ سے منسوب ہو جاتا یا کر دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات لوگ خود لکھ کر عقیدت سے یا بد نیتی سے دوسرے سے منسوب کر دیتے ہیں۔
(2) کسی کتاب یا تحریر کو کسی کے نام سے منسوب کرنا۔

تشریح:

انتساب بھی الحاق کی ایک صورت ہے جس میں کسی ایک مصنف کی تحریر یا شاعر کا کلام کسی دوسرے سے منسوب ہو جاتا ہے یا کر دیا جاتا ہے۔ اس کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں:

1۔ قدما کے یہاں تخلص کا استعمال کم ہوتا تھا، صرف کتاب یا بیاض کے سرورق پر نام درج ہوتا تھا، شاعر اپنی بیاض کے شروع میں نام لکھتے تھے یا وہ بھی شاذ و نادر، پہلا صفحہ پھٹ جانے یا گم ہو جانے کی صورت میں وہ کلام دوسرے سے منسوب ہو جاتا۔

2۔ اکثر بیاضوں پر صفحہ نمبر نہیں ہوتے تھے اور ایک ہی بیاض میں مختلف شعرا کے اشعار درج ہوتے تھے لہٰذا درمیان کے صفحات گم ہونے یا پھٹ جانے کی صورت میں ایک شاعر کا کلام دوسرے سے منسوب ہو سکتا تھا۔

3۔ اکثر اوقات کم تر درجے کے شاعروں کی چیزیں مشہور شاعروں سے منسوب ہو

جاتی تھیں۔

4۔ کبھی کبھی باپ کا کلام بیٹے سے یا ہم تخلص شاعروں کا کلام ایک دوسرے سے منسوب ہو جاتا تھا۔ اکثر لوگ احترام وعقیدت سے کسی تحریر کو خود لکھ کر کسی بزرگ یا استاد سے منسوب کر دیتے تھے۔

5۔ بعض اوقات لوگ بدنیتی سے یا اپنے خیال میں ملک کی بہتری کے لیے خود لکھ کر دوسروں کے کلام یا تصنیف میں شامل کر دیتے تھے۔

خالق باری ایک مدت تک امیر خسرو سے منسوب رہی۔ حافظ محمود شیرانی نے تحقیق سے ثابت کیا کہ خالق باری کے خالق امیر خسرو نہیں بلکہ ضیاء الدین خسرو تھے۔ غالب سے کئی خطوط اور غزلیں منسوب ہیں جو محققین نے ثابت کیا ہے کہ وہ انتسابی ہیں۔

اصطلاح: ایضاً

تلفظ: اَی ضاً

لغوی معنی: بھی، اس سے، پھر وہی، اسی کا

اصطلاحی معنی: حوالہ جات یا شاعروں کا نام لکھتے وقت اگر ایک ہی حوالہ یا شاعر کا نام/
کتاب کا نام دوبارہ آ جائے تو پورا نام یا حوالہ لکھنے کی بجائے صرف "ایضاً
لکھ دیا جاتا ہے یعنی یہ بھی اس کا ہے یا اسی سے ہے۔
نیز دیکھیے "لہٗ"، "ولہٗ"، "منہٗ"

تشریح:

ایضاً کا استعمال تذکروں اور بیاضوں میں اکثر ہوا ہے۔ اس کو " " کی علامت سے بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس سے مراد ہے کہ یہ شعر، حوالہ یا اقتباس اسی شاعر، مصنف یا کتاب کا ہے جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔ قدیم دور میں صاحبانِ ذوق اپنی پسند کے شاعروں کے اشعار کی بیاضیں، جنگ اور گلدستے تیار کرتے تھے۔ ایک ہی نام کو بار بار لکھنے کے بجائے ایک دفعہ لکھ کر اس کے بعد آنے والے اشعار کے نیچے ایضاً لکھ دیتے تھے۔ اب بھی اس کا استعمال تحقیق اور حوالہ جات کی کتابوں میں اکثر کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ اوپر اصل حوالہ اور نام کے نیچے ہی ایضاً لکھا جائے، اگر صفحہ بدل گیا ہو تو دوبارہ نام لکھا جائے ورنہ اکثر غلط فہمی اور التباس کا احتمال رہتا ہے۔ ولہٗ، منہٗ اور لہٗ بھی اکثر انھی معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔

اصطلاح: **بازنوشت**

تلفظ: بَ از نَ وِش ت

لغوی معنی: باز بہ معنی پھر، دوبارہ لکھنا۔

اصطلاحی معنی: کسی تحریر کو دوبارہ لکھنا، انگریزی Transcription کے معنوں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کسی زبانی یا ریکارڈ متن کو تحریری شکل میں لانا۔

تشریح:

بازنوشت ان تحریروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جنھیں کسی وجہ سے دوبارہ لکھا جائے۔ کئی دفعہ مصنفین اپنے مسودے میں نئی معلومات وحقائق کی دریافت کی وجہ سے تبدیلی کر کے اس کو دوبارہ نئی شکل دیتے ہیں۔ کبھی کبھی کسی تحریر کو زمانی وقفے کے بعد دوبارہ تحریر کیا جاتا ہے۔ اکثر اوقات کانفرنسوں اور سیمینار میں تقریروں اور مباحثوں کو ریکارڈ کر لیا جاتا ہے اور ان کو بعد ازاں اشاعت یا ریکارڈ کے لیے تحریری شکل دی جاتی ہے اسے بھی بازنوشت کہا جاتا ہے۔ کچھ علما اس کے لیے ''نقل حرفی'' کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں۔

اصطلاح: باقیات

تلفظ: بَ اق یات

لغوی معنی: بچی ہوئی، بچا ہوا، بچی ہوئی چیزیں

اصطلاحی معنی: وہ متن جن کو مصنف/شاعر اپنے مجموعے یا دیوان وغیرہ میں شامل نہ کر سکا ہو۔اس میں منسوخ کلام بھی اکثر شامل کر لیا جاتا ہے۔
ایسے متن جو بعد میں دریافت ہوں

تشریح:

باقیات، باقی کی جمع ہے یعنی بچا ہوا، یا بچے ہوئے، تحقیق و تدوین متن میں اس سے مراد وہ تمام تحریریں ہیں جن کو مصنف یا شاعر اپنی کتابوں میں شامل نہ کر سکا ہو۔ اکثر مصنف اور شاعر زندگی کے آغاز میں کلام کو جمع کرنے اور مرتب کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے ۔ بہت سی تحریریں مختلف رسائل ، اخبارات ، خطوط اور دیگر یادداشتوں میں موجود ہوتی ہیں جن کو وہ جمع کر کے شائع نہیں کر پاتے ، بعض اوقات ان کی تحریروں اور کلام کے ایسے اجزا ہوتے ہیں جن کو وہ خود منسوخ یا ترک کر دیتے ہیں یا ان سے لاتعلقی کا اعلان کر دیتے ہیں ۔ یہ تمام تحریریں ''باقیات'' کے زمرے میں آتی ہیں اور محققین و مدونین ان کو جمع کر کے باقیات کے نام سے شائع کر دیتے ہیں۔ ایسی تحریریں ان مصنفوں، ادیبوں اور شاعروں کی زندگی کے اہم پہلوؤں اور ان کے فنی و علمی ارتقا پر روشنی ڈالتی ہیں ۔ باقیاتِ اقبال کے کئی مجموعے اب تک شائع ہو چکے ہیں۔

اصطلاح: **بیاض**

تلفظ: بَ یَ اض

لغوی معنی: سفید، سفید کوری کتاب، سادہ کاغذ، اجلا پن، چیدہ اشعار اور مضامین لکھنے کی کتاب، یادداشت کی کاپی

اصطلاحی معنی: کاپی/کتاب جس میں شاعر اپنا کلام درج کرتے ہیں۔ صاحبِ ذوق اور صاحبِ علم لوگوں کی کتاب جس میں وہ اپنے پسند کے شعرا کے چیدہ چیدہ اشعار درج کریں۔

کاپی جس میں چیدہ مضامین اور یادداشتیں درج کی جائیں۔

تشریح:

''بیاض'' برصغیر میں اردو ادبی ثقافت کا ایک اہم جزو ہے۔ بیاض سے مراد کوئی بھی ایسی کتاب یا کاپی ہے جس میں کوئی شخص اپنے پسندیدہ اشعار، مضامین یا یادداشتیں درج کرے۔ قدیم دور میں شعرا، ادیب اور صاحبانِ ذوق اپنے پاس ایک یا ایک سے زیادہ بیاضیں رکھتے تھے جن کو وہ اہتمام سے تیار کرواتے، اگر وہ خود شاعر ہوتے تو ان میں اپنا کلام درج کرتے، مشاعروں اور محفلوں میں ساتھ لے کر جاتے۔ نواب یا بادشاہ اور صاحبانِ استطاعت باقاعدہ ''بیاض بردار'' ملازم رکھتے جن کے ذمہ اس بیاض کی دیکھ بھال اور اس کو ساتھ لے کر جانا ہوتا۔

شعر و ادب کے شیدائی ان بیاضوں میں اپنے پسندیدہ شعرا کا کلام اور چیدہ چیدہ اشعار درج کرتے اور فارغ وقت میں ان سے دل بہلاتے یا دوسروں کو

بھی سناتے۔ شاعری اور ادب سے شغف رکھنے والے ان بیاضوں میں ترتیب وار مختلف ہم عصر شعرا کا کلام درج کرتے اور اس کلام کے ساتھ ان کی زندگی کے مختصر حالات بھی درج کرتے جس میں اکثر اوقات وہ ان کے کلام پر اپنی اور دوسروں کی رائے بھی لکھ دیتے۔ بیاض کی ایسی صورت نے اردو ادب میں تذکروں کی روایت کو جنم دیا جو ہماری تاریخ ادب کا اہم ماخذ ہیں۔ مختلف قسم کی بیاضوں کو ''جنگ'' اور ''گلدستہ'' بھی کہا جاتا۔

بیاض کے وجود میں آنے کے عمل کو صاحب ''نسخہ دلکشا'' جنم جی متر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''یہ عاصی پر معاصی اپنے غنچۂ دلِ پژمردہ کی تر و تازگی کی خاطر سیرِ چمنستانِ پر بہار دیوانہائے اردو و فارسی میں کبھی کبھی مصروف رہا کرتا تھا اور جو ابیات و اشعار دلچسپ پاتا اس کو پارۂ کاغذ پر لکھ کر جی بہلاتا۔ رفتہ رفتہ چند عرصے میں ایک دفتر ہو گیا مگر جب کبھی کسی شعر کا مضمون یاد آتا اور دلِ شوقِ منزل اسی شعر کی تلاش پر مائل ہوتا تو بسبب عدم ترتیب اشعار کے جلد دستیاب ہونا مشکل ہوتا لہٰذا اس خوشہ چینِ خرمنِ مضامین کا دلِ نیاز آئین اس پر متوجہ ہوا کہ یہ اشعارِ پر بہار مع نام و تخلص اور مختصر احوال مصنفوں خجستہ آثار کے کہ۔۔۔۔۔۔ بہ ترتیب حروف تہجی مرتب کیے جاویں تاکہ متلاشی جلد اسے پاویں اور ان کے مذاق سے لطف اٹھاویں اور نام اس بیاضِ رشکِ ریاض کا نسخہ دلکشا رکھا'' (بحوالہ نسخہ دلکشا (ایک نادر اردو تذکرہ 1870ء)، راجہ جنم جی متر، مقدمہ و مدون ڈاکٹر محمد ہارون قادر، الوقار پبلی کیشنز لاہور، 2010ء)

یہ اقتباس 'بیاض' کو ترتیب دینے اور اس کو بنانے اور رکھنے کا نہایت ہی عمدہ بیان ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ بیاض اردو ادب کے ایک مخصوص عہد کی تہذیب کے رجحان کا اظہار تھی۔ ان کو اسی روشنی میں پرکھنا چاہیے۔

اصطلاح: پاورق

تلفظ: پَ اوَرَق

لغوی معنی: پا اور ورق سے مرکب، صفحہ/ ورق کا نچلا صفحہ

اصطلاحی معنی: حاشیہ کے نیچے اگلے صفحے کا پہلا لفظ، صفحہ کا نچلا حصہ، نچلے حصے میں لکھی گئی عبارت، ترک۔

فٹ نوٹس/ حواشی کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

تشریح:

ورق کے نچلے حصہ کو پاورق کہا جاتا ہے لیکن اصطلاحی معنوں میں اس سے مراد وہ تحریر ہے جو ورق کے نچلے حصہ میں عموماً اور روایتاً تحریر کی جاتی ہے۔ بیاضوں، تذکروں اور مخطوطوں میں لوگ اکثر ورق کی عبارت کے خاتمے کے بعد اس کے نیچے حاشیہ میں اگلے صفحے کی عبارت کا پہلا لفظ یا چند لفظ درج کر دیتے تھے۔ چونکہ صفحات کے نمبر دینے کا رواج زیادہ نہ تھا، یہ لفظ اس صفحے کے بعد کے صفحے کی عبارت کے آغاز کی علامت کا کام کرتا تھا۔ اس کو "ترک" بھی کہا جاتا تھا۔

اکثر لوگ حواشی کی جگہ پاورق کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں۔ یعنی "فٹ نوٹس" متن کی عبارت کے حوالے اور مآخذ صفحے کے نیچے ترتیب وار درج کر دیے جاتے ہیں جن کو پاورق بھی کہتے ہیں۔ ان کے لیے حوالہ جات اور حواشی کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاح: **تالیف (تالیفِ متن)**

تلفظ: ت ا ل ی ف

لغوی معنی: جمع تالیفات، جوڑنا، ربط دینا، ملانا، الفت ڈالنا، مختلف کتابوں سے مضامین چن کر ترتیب دینا، دو چیزوں کو باہم ملانا، جمع کرنا، درستی پیدا کرنا، مختلف اربابِ قلم کی تحریروں کا مجموعہ، مختلف کتابوں سے مضامین لے کر ترتیب دی ہوئی کتاب۔

اصطلاحی معنی:

1۔ مختلف اور ممکن ذرائع سے ماخذ اور اسناد جمع کرنا جن کے ذریعے سے متن کی تکمیل کی جاسکے۔

2۔ ماخذ کی جستجو اور معیار بندی، وسائل/مصادر کی طرف رجوع جن سے متن کو تحقیقی طور پر مدون اور ترتیب دیا جاسکے۔

3۔ تدوینِ متن میں ماخذ کی جستجو اور معیار بندی اور اس کے لیے مصادر و وسائل جمع کرنا، اور ان کی مدد سے متن کو اصل شکل میں واپس لانا۔

4۔ کتاب کی تصنیف، ترتیب، مختلف جگہ یا ذرائع سے متن چن کر ترتیب دینا۔

تشریح:

تالیف کا لفظ بہت ہی وسیع اور مختلف معانی رکھتا ہے لہٰذا بطور اصطلاح اس کے استعمال میں احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اس سے خلطِ مبحث کا احتمال رہتا ہے کہ

لکھنے والے نے اسے کن معانی میں استعمال کیا ہے۔

غالب نے کہا تھا:

تالیفِ نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

دوسری طرف ''تالیفِ قلوب'' کی ترکیب لوگوں سے پیار و محبت سے ملنے اور ان کی دوستی و یگانگت کو فروغ دینے کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔

ادب میں عام طور پر تالیف کا لفظ ایسی تصنیف کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کو مختلف کتابوں یا ذرائع سے متن چن کر یا مضامین و اجزا منتخب کر کے مرتب کیا جائے۔ خود طبع زاد اور نئی لکھی جانے والی کتب کے لیے تصنیف کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ غالب کے شعر سے بھی یہ اخذ ہے کہ شاعر مجموعۂ خیال سے چن چن کر نسخہ ہائے وفا تالیف کرنا چاہتا تھا۔ تدوینِ متن کی روایت میں کچھ اساتذہ نے اس کو مآخذ کی جستجو یا قدر بندی اور مصادر کے جمع کرنے کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔

اصطلاح: تتمہ

تلفظ: تَ تِم مَہ

لغوی معنی: آخر، بقیہ، باقی بچی شے، پوراپن۔بقیہ چیز، ہر شے کا اخیر، خاتمہ، ضمیمہ، کتاب کا آخری حصہ

اصطلاحی معنی: (1) متن کے بعد کسی تحریر کا شامل کرنا جو متن کا حصہ نہ ہو لیکن اس کے کسی مفہوم کو پورا کرے۔
(2) متن کا بقیہ حصہ

تشریح:

تتمہ، تمام کرنے والی شے یا تحریر کو کہتے ہیں، تحقیق و تدوین میں اس سے مراد ایسی تحریر یا نقوشِ تحریر ہیں جو کتاب یا متن کے آخر میں آئیں، وہ متن کا حصہ نہ ہوں لیکن اس کے کسی مفہوم کو پورا کریں، کسی پوشیدہ نکتے کو اجاگر کریں، کسی نامکمل اطلاع کے بارے میں مزید معلومات بہم پہنچائیں۔اس میں ایسی تصاویر اور نقشے بھی شامل ہیں جو متن کی تحریر میں دیے گئے ناموں اور مقامات کی وضاحت کریں۔

تتمہ کو ضمیمہ کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔اکثر مدونین اسے ایک ہی مفہوم میں استعمال کرتے ہیں لیکن کچھ محققین ان میں امتیاز روا رکھتے ہیں۔ ضمیمہ سے مراد وہ عبارت مراد لی جاتی ہے جو متن کے بعد علیحدہ کسی عنوان کے تحت شامل کی جائے اور اس میں متن میں دی گئی عبارت سے متعلق مفید معلومات یا متن میں درج اشخاص اور اسماء الرجال سے متعلق معلومات و کوائف درج کیے جائیں۔اس

عبارت کے بعد اگر دوبارہ کسی ایسی معلومات و تحریر کی ضرورت پڑے جو ضمیمہ میں دی
گئی عبارت یا اشخاص کے متعلق مزید راہنمائی کرے اس کو اس ضمیمہ کا تتمہ کہا جا
سکتا ہے لیکن اکثر محققین یہ اختلاف روا نہیں رکھتے۔

اصطلاح: **تحریفات (تحریف کی جمع)**

تلفظ: تَ حْ رِی فْ

لغوی معنی: بدل دینا، تحریر میں اصل بدل کر کچھ اور لکھ دینا، ردو بدل، تغیر و تبدل، جان بوجھ کر غلط یا اپنی مرضی سے عبارت رقم کر دینا۔

اصطلاحی معنی: دانستہ یا نادانستہ کسی متن کی عبارت میں تبدیلی کر دینا، پڑھنے لکھنے میں غلطی کر دینا، جان بوجھ کر متن میں تبدیلیاں کر دینا، اصلاح کی غرض سے یا صحیح پڑھنے کی مشکل یا نہ سننے/سمجھنے کی وجہ سے تبدیلی ہو جانا، جہل کاتب کی وجہ سے متون میں اختلاف ہونا۔

تشریح:

تحریفات کو تصرفات بھی کہا جاتا ہے۔ تحقیق و تدوین میں ''متن'' کی اہمیت بنیادی ہے۔ تحقیق اور خاص کر تدوینِ متن کا تمام تر کام درست اور صحیح متن کی ''بازیافت'' ہے یعنی متن کو ''انشائے مصنف'' کے مطابق دوبارہ بحال کرنا۔ بعض لوگ ''منشائے مصنف'' کی ترکیب استعمال کرتے ہیں یعنی جو مصنف کا ارادہ اور نیت تھی۔ انشائے مصنف سے مراد ہے کہ جیسا مصنف نے لکھا تھا۔ ان متون میں تغیر و تبدل کے بہت سے راستے ہیں۔ تحقیق میں مضمون کی درستی مقصود نہیں ہوتی بلکہ محقق و مدون ہمارے سامنے وہ متن لانا چاہتے ہیں جو مصنف نے لکھا تھا۔ ان مخطوطات میں وقت کے ساتھ تبدیلیاں راہ پا جاتی ہیں۔ ان کی بہت سی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

زبان کی املائی دقتیں اور رسم الخط کی بعض خصوصیات سے تصرفات وجود

میں آجاتے ہیں مثلاً املا میں نقطوں کے آگے پیچھے ہونے سے، ہجوں کی ترتیب میں
فرق سے اور حروف کو ملا کر لکھنے سے غلطیوں کا امکان رہتا ہے، شاعر وفا/دغا کی تحریر و
قرأت کی اکثر شکایت کرتے رہتے ہیں۔

کاتب کی غلطی کی بنا پر بھی تحریفات ہو جاتی ہیں۔ کاتب عموماً کم پڑھے
لکھے ہوتے ہیں، جو لفظ سمجھ میں نہیں آتا اسے کچھ کا کچھ لکھ دیتے ہیں۔ بعض اوقات
کاتب جان بوجھ کر تصحیح کی کوشش کر بیٹھتے ہیں۔

بعض لوگ جان بوجھ کر تحریفات کو متن میں شامل کر دیتے ہیں۔ ایسا
عقیدت سے بھی ہوتا ہے اور ظن و تحسین کی خواہش کے پیش نظر بھی۔

محقق اور مدون کا یہ مشکل کام ہے کہ ان تصرفات و تحریفات کا پتہ لگائے
اور متن کو اس کی اصل حالت میں یعنی ''انشائے مصنف'' کے مطابق بحال کرے۔

تحقیق

اصطلاح: تحقیق

تلفظ: ت ح ق ی ق

لغوی معنی: حق کو ڈھونڈنا، اصلیت معلوم کرنا، انگریزی Research کا ترجمہ حقیقت معلوم کرنے کا عمل، تفتیش، جانچ پڑتال، تصدیق، سچا، درست، اصل، کھوج لگانا، پتہ چلانا

اصطلاحی معنی:

(1) کسی شے کی حقیقت کا اثبات، حقائق کی بازیافت، کسی شے کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کی کوشش۔

(2) ایسا طرزِ مطالعہ جس میں موجود مواد کے صحیح یا غلط کو مسلمات اور اسناد کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔

(3) جدید علوم کا طریق کار جس میں منظم اور سائنسی طریق سے حقائق کو دریافت یا معلوم کیا جاتا ہے ان کا اثبات کیا جاتا ہے، ان کی نئی تعبیر و تشریح کی جاتی ہے اور علم کے نئے امکانات کو دریافت/ ایجاد کیا جاتا ہے

تشریح:

تحقیق کے لفظی معنی سچائی کی تلاش ہیں۔حق کی دریافت انسان کی تمام سعی و کاوش کی بنیاد ہے۔ انسانی شعور ہمیشہ ہر چیز کی نوعیت اور ماہیت سمجھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور پھر اشیا کے اس علم کی بدولت وہ اپنی دنیا کو بہتر سے بہتر بنانے کی سعی کرتا ہے۔تجسس کا مادہ انسان کی ایک بنیادی خصوصیت ہے۔

اصطلاحی معنوں میں تحقیق سے مراد علم اور سائنس کا وہ عمل اور ضابطہ ہے جس کے ذریعے وہ تجربے، مشاہدے، تجزیے اور تفکر کے ذریعے کسی بھی شے کی اصل حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ جدید عہد کی بے مثال ترقی اسی تحقیق کی بدولت ممکن ہوئی ہے۔

ادبی مفہوم میں تحقیق سے مراد ادب، ادیبوں، ادبی تاریخ اور ادبی کارناموں کے بارے میں تجزیے، تفکر، تلاش وجستجو، تفحص وتقابل اور مخصوص طریق عمل سے مستند حقائق اور درست ترین متن پیش کرنا ہے۔ ادبی تحقیق اپنے خالص ترین معنوں میں ادبی متون کے مستند اور درست ترین صورت میں بازیافت کا نام ہے۔ یعنی ادبی تحقیق کا زیادہ تر عملی کام متون کی ایسی ''تدوین'' ہے جو منشائے مصنف یا انشائے مصنف کے عین مطابق ہوتا کہ ادبی مؤرخ اور نقاد اس کو بنیاد بنا کر ہمارے ادب کے ماضی کا صحیح احوال اور ادب پاروں کی درست قدر بندی کر سکیں۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ اگر متن درست نہیں ہوگا تو نہ اس کی صحیح قدر بندی ہو سکتی ہے نہ حقیقی تعبیر وتشریح۔

اصطلاح: تخریج

تلفظ: ت خ ر ی ج

لغوی معنی: باہرلانا، خارج کرنا، نکالنا۔

اصطلاحی معنی: متون میں اکثر دوسرے متون ،شعرا اور مصنفین کے اقوال ،اشعار ،بیانات ،قرآن کریم کی آیات ،اقتباسات، احادیث ،محاورات اور اصطلاحیں درج ہوتی ہیں لیکن حوالہ جات نہیں ہوتے ،ان کی نشاندہی کرنا ،ان کا حوالہ مکمل کرنا دوسری زبان میں ہوتو ترجمہ، تفہیم اور بعض اوقات تشریح درج کرنا،ان کا صحیح متن دینا۔ یہ تمام تخریج کے مدارج ہیں۔ یہ عموماً حواشی میں درج ہوتے ہیں ،بعض اوقات ضمیمہ جات میں بھی۔

تشریح:

تخریج کے معنی باہرلانا یا نکالنا کے ہیں لیکن تحقیق وتدوین کی اصطلاح کے طور پر یہ مخصوص معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ متن میں خاص کر علمی اور ادبی متون میں بہت سے اقوال ، اشعار ، احادیث ،قرآن کریم کی آیات وغیرہ استعمال ہوتی ہیں۔ اسلامی ادب میں اس نوع کے بہت سے بیانیات شامل ہوتے ہیں جو مصنف یا مرتب نے دوسری جگہوں سے لیے ہوتے ہیں اور دورانِ تحریر وتقریر وہ ان کو استعمال تو کرتا ہے لیکن ان کا حوالہ نہیں دیتا۔ تخریج ایسے عمل کا نام ہے جس میں محقق یا مدون زیر تحقیق یا زیر تدوین متن میں دوسرے ادیبوں ، شاعروں ، اولیا اور احادیث وآیات کے دیے گئے بیاناتِ متن کی نشان دہی کرتا ہے اور حوالہ جات میں ان کے اصل منابع

کا ذکر کرتا ہے۔ جہاں ضرورت ہو ان کا ترجمہ اور تشریح بھی کرتا ہے۔

دوران تحریر اکثر مصنف اپنی تحریر کو دلچسپ، مستند اور مرصع بنانے کے لیے آیات، احادیث، صوفیا و علما کے اقوال و اشعار اور ضرب الامثال وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ رقعات، ملفوظات، تذکروں، لغات اور تاریخ کی کتابوں میں دوسرے مصنفین کے اقوال سے زیادہ مدد لی جاتی ہے۔ ان اقوال و اشعار کی نشاندہی، ان کے منابع کا تعین، متن میں نقل عبارت کا منابع سے موازنہ، ان کا ترجمہ و تشریح اور استعمال کی وجوہات بیان کرنا تخریج کی حدود میں شامل ہے۔ اس سے متن زیادہ صحیح اور اس کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ مختصر ہوں تو یہ حوالہ جات/ حواشی میں درج کر دیے جاتے ہیں لیکن اکثر ان کے لیے ضمیمہ جات اور تعلیقات کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر گیان چند نے تخریج کے تحت مندرجہ ذیل عمل گنائے ہیں:

1۔ متن میں دیے گئے دوسروں کے اشعار اور نثر پاروں کا پتہ چلانا

2۔ نثری مضمون میں شامل اشعار کے مصنفوں کی صحیح نشان دہی

3۔ متن میں بعض اشعار اور نثر پاروں کے متن کی تصحیح

4۔ متن میں دیے گئے حالات و واقعات کی صریح غلطیوں کی نشان دہی مثلاً اسناد یا سنہ وفات وغیرہ کا اندراج

5۔ متن میں شامل نظم، غزل یا نثری تخلیق کی شانِ نزول بیان کرنا نیز سنہ تصنیف کی نشان دہی

6۔ مصنف متن کے کسی بیان کی تصحیح

7۔ متن میں آمدہ تلمیح، لفظ یا استعارے کی تصریح

8۔ متن کی اغلاط کی طرف اشارہ

9۔ مصنف کے متن کے کسی بیان پر تبصرہ

مالک رام نے ابوالکلام آزاد کی تحریروں کو مرتب کیا ہے۔آزاد نے اپنی ان تحریروں میں جن اشخاص، اشعار، آیات و احادیث کے حوالے دیے تھے، انھیں مالک رام نے آخر میں منابع کے ساتھ درج کر کے ان کی تشریح بھی کر دی ہے۔ یہ تخریج کے عمل کی ایک مثال ہے۔

اصطلاح: **تدوین**

تلفظ: تَ دْ وِی نْ

لغوی معنی: جمع کرنا، تالیف کرنا، مرتب کرنا، ترتیب و انتخاب، تالیف و ترتیب

اصطلاحی معنی: فنِ تحقیق کی شاخ۔ مختلف نسخوں اور مخطوطات کے ذریعے "درست متن" کی تیاری (دیکھیے تدوینِ متن)

تشریح:

تدوین کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر اس سے مراد کسی متن کی انشائے مصنف اور منشائے مصنف کے مطابق ایسی بازیافت ہے جس میں بہت زیادہ توجہ اور علمی و ادبی جانفشانی روا رکھی گئی ہو۔ اردو میں متن کو ترتیب دینے کے لیے تین مختلف اصطلاحیں ترتیب، تالیف اور تدوین استعمال کی جاتی ہیں۔ ان کے مفہوم میں فرق کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ترتیب مختلف تحریروں کو کسی ایک سلسلے میں پرونے کا نام ہے۔ جس کے مرتب کو متن یا تحریر کی صحت سے زیادہ سروکار نہ ہو جبکہ تالیف بھی اپنے یا دوسرے کے مضامین اور تحریروں کو ترتیب دینے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ان کے برعکس "تدوین" ایسے تحقیقی عمل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس میں مدونِ متن کے مشتملات پر گہری توجہ دے اور ان کو ان کی اصل کے مطابق مرتب کرے۔ تدوین اِن معنوں میں ادبی تحقیق کی اہم شاخ ہے۔ اس کے اپنے اصول اور ضوابط ہیں اور اس کا ایک متعین طریقِ کار ہے۔

اصطلاح: تدوینِ متن

تلفظ: تَ دوِی نِ مَ تْ نْ

لغوی معنی: متن کو جوڑنا، اکٹھا کرنا، متن کو ترتیب دینا۔

اصطلاحی معنی: قدیم تحریری صورتوں کی بازیافت اور منشائے مصنف کے مطابق درست متن کا تعین

قدیم تحریروں کے متون کی تصحیح و تحقیق کا علم و فن

مصنف کی منشا/انشا کے مطابق جہاں تک ممکن ہو متن کی اصل صورت کو بحال کرنا۔

تشریح: تدوینِ متن کی اصطلاح فنِ تحقیق کی اس شاخ کے لیے استعمال ہوتی ہے جس کا مقصد و منتہا ایسا متن ترتیب دینا ہے جو مصنف کی منشا اور انشا دونوں کے مطابق ہو۔ ادبی تحقیق زیادہ تر متون کی صحیح تدوین ہی سے متعلق ہے لیکن اردو علما نے اس کے لیے دو اور اصطلاحات بھی استعمال کی ہیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے انگریزی اصطلاح Textual Criticism کا لفظی ترجمہ کر کے ''متنی تنقید'' کے نام سے کتاب لکھی۔ اس کتاب کی زیادہ تر بنیاد کاترے کی انگریزی تحریر An Introduction to Textual Criticism پر تھی۔ کاترے کی کتاب سنسکرت/ہندی متون کی درستی اور انگریزی روایت پر مبنی ہے جس میں مدون کو مخصوص حالات میں متن کی اصلاح کا بھی حق دیا گیا ہے۔

B

اردو میں تحقیق کی روایت انگریزی یا سنسکرت سے نہیں فارسی وعربی کی تدوینی روایت سے اخذ کی گئی ہے اور اردو کے اولین مدون عربی و فارسی زبانوں کے عالم تھے۔ اس روایت میں مدون کو اپنی صوابدید پر متن میں درستی کا ہرگز کوئی اختیار نہیں ہے اور اس کو ہر حالت اور صورت میں ماخذ اور منابع پر انحصار کرنا ہے۔ اس لیے اردو میں اس علم کے لیے ''تدوینِ متن'' کی اصطلاح زیادہ درست ہے اور یہی استعمال بھی کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر تنویر علوی نے اپنی کتاب ''اصول تحقیق و ترتیب متن'' میں ترتیب متن کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ ترتیب کا لفظ اردو میں نہایت عام اور ڈھیلے ڈھالے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لوگ غزلوں کے انتخاب، افسانوں کے انتخاب، ہم موضوعی اشعار منتخب کر کے ترتیب دیتے ہیں، اخبار و رسالے ترتیب دیے جاتے ہیں۔ اسی ڈھیلے پن کی وجہ سے ہی شاید ڈاکٹر تنویر علوی اپنی کتاب میں تحقیق و ترتیب متن کی ترکیب استعمال کرتے ہیں۔ متن کی بازیافت کے فن و علم کے لیے ''تدوینِ متن'' کی اصطلاح زیادہ مناسب ہے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ تدوینِ متن فنِ تحقیق کی وہ شاخ ہے جس کا مقصود و منتہا متون کو انشا و منشائے مصنف کے مطابق درست کر کے بحال کرنا ہے۔ قدیم متون چونکہ مخطوطات کی شکل میں ہوتے ہیں اور ان کے زمانہ، عہد وغیرہ کے بارے میں بھی شکوک و شبہات ہوتے ہیں لہٰذا مدون کو اس سلسلے میں تمام دیگر معاون علوم اور سہولتوں سے بہرہ ور ہونا چاہیے یعنی کاغذ، قلم، رسم الخط، ہجے، املا کے علم، عہد بہ عہد کی تاریخ، اس عہد کے معاشی و معاشرتی عوامل سے آگاہی وغیرہ ہر وہ چیز جس سے اس کو متن کو درست حالت میں لانے کے لیے مدد مل سکے۔ مدون اس سلسلے میں مآخذ و منابع تلاش کرتا ہے، جمع کرتا ہے، استعمال کرتا ہے، دلیل اور سائنسی اصولوں سے

نتائج اخذ کرتا ہے اور متن کو ترتیب دیتا ہے، پھر وہ حوالوں، ضمیمہ جات، تعلیقات وغیرہ سے اس تحقیق کو منور اور روشن کرتا ہے اور اس طرح سے قاری کو صحیح متن اپنے تمام جملہ تفصیلی و آرائشی لوازمات کے ساتھ بہم پہنچاتا ہے تاکہ وہ اس سے صحیح طریق سے لطف اندوز ہو سکے۔

اصطلاح: تذکرہ

تلفظ: تَ ذ ک رَہ

لغوی معنی: ذکر، بیان، یاد کرنا، نصیحت کرنا، واقعات کی تاریخ، سرگزشت، سوانح، وہ کتاب جس میں شاعروں کا مختصر حال اور نمونہ کلام درج ہو، یادداشت، یادگار۔

اصطلاحی معنی: وہ کتاب جس میں شاعروں کا مختصر احوال، نمونہ کلام اور ان کے کلام کے بارے میں مختصر رائے اور تنقید شامل ہوتی ہے۔

تشریح:

ہندوستان میں اسلامی تہذیب کے دور کی ایک اہم خصوصیت خواص وعوام میں شاعری کے ذوق کی وسعت تھی۔ صاحبانِ ذوق اپنے شوق کے لیے اپنے پاس ایک کتاب رکھتے تھے جسے 'بیاض' کہا جاتا تھا اور جس میں وہ اپنے پسندیدہ شعر یا پسندیدہ شعرا کے اشعار قلم بند کرتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ اس میں شعرا کے مختصر حالاتِ زندگی بھی درج کر لیتے تھے اور بعض اہلِ نظر شاعروں کے کلام پر اپنی مختصر رائے بھی تحریر کرتے تھے۔ ایسی تحریریں جن میں شاعروں کے مختصر حالات، نمونہ کلام اور ان پر مختصر تبصرہ بھی ہو اس کو 'تذکرہ' کہا جاتا ہے۔ بہت سے شعرا اور اہلِ علم اپنے تذکرے رقم کرتے تھے اور ان کے شاگرد اور احباب ان کی نقل کی کتابت کروا کر اپنے پاس رکھتے تھے۔ آج جدید عہد میں یہ تذکرے اردو ادب کی تاریخ اور اردو شعرا کے کلام کی بازیافت کا اہم ذریعہ ہیں۔ عہدِ جدید میں علما اور مدونین نے ان میں

سے اکثر اہم تر تذکروں کی تدوین کر کے ان کو شائع کیا ہے۔ ان تذکروں میں کچھ لوگ سہولت کے لیے شاعروں کا ذکر حروف تہجی کے لحاظ سے کرتے تھے جس سے ڈاکٹر سید عبداللہ نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ تذکرے ببلیو گرافی کی ایک قسم ہیں۔ کلیم الدین احمد نے ان کو تنقید کا نمونہ دے کر ان کا مذاق اڑایا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے ان کو تاریخ کا درجہ دیا۔ اس تمام بحث سے ان تذکروں کی اہمیت واضح ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تذکرے نہ ببلیو گرافی تھے نہ تنقید اور نہ ہی تاریخ، یہ اپنے عہد کی ایک علیحدہ اور مخصوص صنف تھے جو ایک خاص عہد کے مخصوص ذوق اور حالات کی پیداوار تھی اور گو اس میں مندرجہ بالا تینوں خصوصیات کسی حد تک موجود ہوتی ہیں لیکن انتخاب اشعار ان تذکروں کی بنیاد ہے جس کو سب نے نظر انداز کیا ہے۔

اصطلاح: ترتیب متن

تلفظ: تَرتیبِ مَتن

لغوی معنی: متن کو ترتیب دینا، کتاب یا مضامین کی ترتیب

اصطلاحی معنی: متن کے اجزا کو مناسب تقدیم وتاخیر سے رکھنا، متن کی تحقیق اور صحیح روایت تک رسائی، مصنف کی اپنی روایت تک پہنچنا

تشریح: ترتیب متن کی ترکیب کو کچھ علما نے ''تدوینِ متن'' کے لیے استعمال کیا ہے۔ یہ ترکیب شاید آسان ہے لیکن اس میں دقت یہ ہے کہ اردو میں ''ترتیب'' کا لفظ خاصے وسیع معنوں میں اور کافی ڈھیلے ڈھالے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کسی بھی کتاب، مضامین کے مجموعے، شاعری کا انتخاب وغیرہ کے لیے ''ترتیب'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ اس میں زیادہ حوالہ اجزا کی تقدیم وتاخیر کا ہے اور متن کی صحت کی طرف دھیان نہیں جاتا۔ جبکہ ''تدوینِ متن'' میں مقصود ومنشا کسی بھی متن کو مصنف کی منشا اور اس کی انشا یعنی تحریر کے مطابق بحال کرنا ہے۔ تدوینِ متن کی تدریس باقاعدہ ایک علم کی حیثیت اختیار کر چکی ہے جس کے اپنے اصول وضوابط اور طریقہ کار ہے اور اس پر عبور حاصل کرنا فنِ تدوین کے لیے نہایت اہم ہے جبکہ ''ترتیب'' کی اصطلاح سے یہ سب معانی وابستہ نہیں ہیں۔

تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے تدوینِ متن

اصطلاح: ترجمہ، جمع تراجم

تلفظ: ت ر ج م ہ

لغوی معنی: دوسری زبان میں بدلنا۔ ایک زبان سے دوسری میں بیان کی ہوئی عبارت، کسی کی زندگی کا مرقع یا خاکہ، کسی تذکرہ/متن کی عبارت

اصطلاحی معنی: (1) کسی کی زندگی کا بیان یا مرقع یا خاکہ

(2) مخطوطے کی عبارت

(3) تذکروں کی اصل عبارت

(4) تذکروں میں کسی شخصیت کی زندگی کے واقعات کا بیان

تشریح:

ترجمہ عموماً ایک زبان سے دوسری زبان میں کسی عبارت کو ہو بہو اس طرح منتقل کرنے کو کہتے ہیں کہ مفہوم اور معنی میں فرق نہ آئے۔ ادبی تراجم میں مفہوم کے ساتھ ساتھ اسلوب اور طرزِ بیان کی بھی اہمیت ہے اور شعری ترجموں میں ان کی شعریات، ہیئت، ردیف، قافیہ اور وزن و ہیئت کو بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

تحقیقِ متن میں 'ترجمہ' سے اکثر اوقات متن کی اصل عبارت مراد لی جاتی ہے۔ خاص کر تذکروں کی عبارت، یہ عبارت اکثر اوقات شاعروں اور ادیبوں کے واقعات یا زندگی کے حالات پر مشتمل ہوتی ہے۔ متن کی عبارت پر بحث کرتے ہوئے مؤرخ، نقاد، مدون و محقق اس کو اکثر ترجمہ کے نام سے معنون کرتے ہیں۔ اس سے ان کی مراد تذکرہ یا مخطوطے کی اصل عبارت ہوتی ہے نہ کہ کسی دوسری زبان میں ترجمہ شدہ عبارت، اس فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

اصطلاح: ترک

تلفظ: تَ رَک

لغوی معنی: چھوڑ دینا، درگزر، بھول چوک، کلاہ ٹوپی۔ باز آنا

اصطلاحی معنی: ۱۔ وہ کلمہ یا عبارت جو ورق اول (جفت صفحہ) کے آخر اور ورق دوم (طاق صفحہ) کے شروع میں لکھا جاتا ہے تا کہ سہو نہ ہو۔ ۲۔ وہ عبارت جو لکھنے سے رہ جائے اور حاشیہ پر لکھی جائے

تشریح:

مخطوطات اور قلمی بیاضوں اور ذاتی تحریروں کی اپنی ادبی وتہذیبی روایات تھیں جن کا جاننا ایک محقق اور مدون کے لیے بہت ضروری ہے۔ ان میں سے ایک 'ترک' لکھنے کی روایت تھی۔ ایک زمانے تک مخطوطات، بیاضوں اور دوسری تحریروں کے اوراق پر صفحہ نمبر ڈالنے کا رواج نہ تھا۔ جب ایک ورق مکمل ہو جاتا تو اس ورق کے مکمل ہونے پر، اس کے آخر میں حاشیہ پر اس سے اگلے ورق کے آغاز کے دو تین الفاظ لکھ دیے جاتے تھے۔ اگلے ورق کے شروع میں یہی الفاظ لکھ کر اس کا آغاز کیا جاتا تھا۔ اس طرح قاری کو پتہ چل جاتا تھا کہ ورق کے آخر میں حاشیہ پر جو چند لفظ ہیں اگلا صفحہ انھی سے شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا اوراق کے علیحدہ ہونے کی صورت میں بھی اسی طرح ترتیب جاری رکھی جاتی تھی۔ ان الفاظ کو جو اس طرح اوراق کی ترتیب کے لیے استعمال ہوتے تھے "ترک" کہا جاتا تھا۔ ترک عموماً جفت صفحے پر لکھا جاتا تھا اور اگلا طاق صفحہ انھی الفاظ سے شروع ہوتا تھا۔ ان کو "رکاب" بھی کہا جاتا تھا۔

اصطلاح: **ترقیمہ**

تلفظ: تَ رْ قِ ی مَہْ

لغوی معنی: لکھا ہوا، رقم کیا ہوا

اصطلاحی معنی: متن کے آخر میں خاتمہ کے بعد کاتب کی تحریر/ اختتامیہ عبارت، جس میں عموماً کاتب کا نام، کتابت کروانے والے/ فرمائش کنندہ کا نام، تاریخ و سنہ کتابت، غرض و مقصودِ کتابت اور مقامِ کتابت، یہ تمام یا ان میں سے کچھ معلومات درج ہوتی ہیں۔

تشریح: ترقیمہ مخطوطہ نویسی کی روایت کا ایک اہم حصہ یا جزو ہے۔ مخطوطات ہمیشہ صاحبانِ علم و ذوق کی فرمائش پر اور والیان اور نوابوں کو پیش کرنے کے لیے لکھے جاتے تھے۔ اکثر اوقات خود صاحبانِ استطاعت اپنی پسند کی کتابوں کی کتابت کروا کر اپنے پاس رکھتے تھے۔ مخطوطہ کی کتابت اور اس کا مکمل ہونا ایک ادبی مہم یا کام کا سرانجام ہونا تھا، لہٰذا مخطوطہ کی تکمیل پر کاتب متن کے خاتمہ پر آخر میں تمت یا تمت بالخیر لکھتا تھا۔ جس سے پتہ چلتا تھا کہ اصل متن مکمل ہو گیا ہے۔ اس کے بعد وہ جو عبارت لکھتا تھا اس کو "ترقیمہ" کہا جاتا ہے۔ اس عبارت میں کاتب عموماً اپنا نام لکھتا تھا اور اپنے لیے دعا اور انعام کا خواستگار ہوتا تھا۔ وہ مخطوطے کے مالک کا نام بھی لکھتا تھا جس کی فرمائش یا حکم پر اسے تیار کیا گیا۔ وہ تاریخ کتابت بھی لکھتا تھا یعنی جس تاریخ کو کتابت مکمل ہوئی۔ اس جگہ کا نام بھی دیتا تھا جہاں یہ کتابت کی گئی۔ کبھی کبھی کوئی یادگاری شعر یا کوئی

دعا بھی لکھ دی جاتی تھی ۔ یہ تمام معلومات ہر ترقیمہ میں نہیں ہوتی تھیں لیکن ان
میں سے اکثر درج ہوتی تھیں ۔ پرانی مطبوعات کے آخر میں بھی ترقیمہ ہوتا تھا خاص
کر جب پریس کی کتابوں کی کتابت روایتی کاتب کرتے تھے ۔ ترقیمہ سے مخطوطات
کی تاریخ اور روایت کے بارے میں اہم معلومات دستیاب ہوتی ہیں اور مخطوطہ شناس کو
ترقیمہ کی پہچان کا ماہر ہونا ضروری ہے ۔ محقق اور مدون کے لیے اس کی اہمیت بہت
زیادہ ہے ۔

اصطلاح: **تسوید**

تلفظ: ت س و ی ذ

لغوی معنی: کالا کرنا، سیاہ کرنا، لکھنا، تحریر کرنا، پہلا مسودہ، نقشہ، خاکہ یا خط کا مسودہ۔

اصطلاحی معنی: ابتدائی مسودہ، پہلی لکھائی، پہلی دفعہ لکھا ہوا متن۔ پہلی دفعہ لکھا/ بنایا ہوا خاکہ یا نقشہ، خط کا مسودہ، مقالے کی پہلی لکھائی۔

تشریح:

تسوید مقالے یا کسی بھی تحریر کے پہلی دفعہ لکھے ہوئے مسودے کو کہتے ہیں۔ تسوید کے لفظی معنی ہیں سیاہ/ کالا کرنا، عموماً لکھائی میں سیاہ روشنائی استعمال کی جاتی تھی۔ ادبی تحقیق کے عمل میں سب سے پہلے مواد اور مآخذ کو جمع کیا جاتا ہے، پھر ان کے مطالعے اور جانچ کے بعد ان کو ترتیب دی جاتی ہے۔ جس کے بعد عموماً 'خاکہ' تیار کیا جاتا ہے۔ خاکے کی تیاری کے بعد محقق یا طالب علم اپنے مقالے کی تحریر کے لیے نوٹ وغیرہ لیتا ہے جب اس کی یہ سب تیاری مکمل ہو جاتی ہے تو وہ اپنے مقالے کی پہلی لکھائی شروع کرتا ہے۔ اس پہلی لکھائی یا تحریر کرنے کو ''تسوید'' اور اس طرح لکھے گئے مقالے یا متن کو مسودہ کہا جاتا ہے۔ ایک دفعہ تحریر کرنے کے بعد محقق یا مدون اس کی کانٹ چھانٹ کرتا ہے، اس میں ضروری اصلاح کرتا ہے۔ جہاں مناسب ہو اضافے کرتا ہے۔ اگر اس کا کوئی راہ نما، گائیڈ ہو تو اس کو دکھا کر راہ نمائی حاصل کرتا ہے اور اس کی ہدایت اور مشورے کے مطابق اس میں تغیر و تبدل کرتا ہے۔ اس طرح جب وہ یا اس کا رونما/ گائیڈ اس کام سے پوری طرح مطمئن ہو جائے تو پھر وہ

اس کو آخری بار صاف کر کے لکھتا ہے، اس عمل کو تبئیض یعنی سفید کرنا اور اس طرح لکھی گئی تحریر کو "مبیضہ" کہا جاتا ہے یعنی سفید کیا ہوا۔

اصطلاح: تصحیف

تلفظ: ث ص ح ی ف

لغوی معنی: لکھنے میں غلطی کرنا، کتابت میں غلطی کرنا، لکھنے کی غلطی، الفاظ کے اعراب بدلنا، لفظ کے نقطے اس طرح بدلنا کہ اس کا تلفظ اور معانی بدل جائیں۔

اصطلاحی معنی: عموماً کاتب اور بعض اوقات مصنف خود بھی نقل کرتے وقت لفظوں اور نقطوں میں غلطی کر جاتے ہیں۔ ایسی غلطیوں یا لفظوں کے بدل جانے کو تصحیف کہا جاتا ہے۔

تشریح:

تدوینِ متن کا سارا عمل منشائے مصنف جو کہ "انشائے مصنف" میں ظاہر ہوتا ہے، کے مطابق متن کو ترتیب دیتا ہے۔ اس کی ضرورت اس لیے پڑتی ہے کہ بار بار کتابت کے دوران اس میں بہت سی تبدیلیاں اور تغیر واقع ہو جاتے ہیں۔ ان تبدیلیوں کی کئی وجوہات ہیں لیکن ایک اہم وجہ کتابت کے دوران کاتب کی غلطی ہے جس کی بڑی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ کاتب عموماً کم علم اور کم سواد شخص ہوتا ہے۔ نقل کرتے وقت جب اس کی سمجھ میں کوئی لفظ نہیں آتا تو وہ اس کو کچھ کا کچھ لکھ دیتا ہے۔

2۔ چونکہ کاتب پیشہ ور شخص ہے وہ کم وقت میں زیادہ کام کرنا چاہتا ہے جلدی میں غلطی کر جاتا ہے۔

3۔ ہماری زبان کی املائی دقتیں اور رسم الخط کی مشکلات بھی اس کی وجہ ہیں۔ ہر دور

میں لفظوں کا املا بدلتا رہتا ہے۔ کاتب ان کو سمجھ نہیں سکتا اور جو سمجھ میں آتا ہے، لکھ دیتا ہے۔

4۔ بعض اوقات کاتب خود بھی اصلاح کی غرض سے لفظ بدل دیتے ہیں۔

5۔ نامانوس الفاظ کی کتابت کی مشکل کی وجہ سے تبدیلی ہو جاتی ہے۔

6۔ ہمارے حروفِ تہجی میں نقطے والے حروف کی تعداد زیادہ ہے۔ لفظوں میں نقطوں کی جگہ بدل دینے سے اس کے معنی بدل جاتے ہیں۔

7۔ حرفوں کو ملا کر لکھنے سے بعض اوقات ترتیب بدل جاتی ہے۔

8۔ بعض حروف کی شکل ایک جیسی ہوتی ہے۔ نقطوں کے ہونے، نہ ہونے سے تبدیلی ہو جاتی ہے۔

9۔ حرکات کے نشانات آگے پیچھے ہونے سے معنی بدل جاتے ہیں۔

10۔ حرف کے ملا کر یا علیحدہ لکھنے سے بھی املا کی شکل تبدیل ہو جاتی ہے۔

غرض یہ اور اس طرح سے اور بھی کئی وجوہات ''تصحیف'' کا باعث بنتی ہیں۔ ان کا پتہ چلا کر درست متن تیار کرنا، محقق متن کا اہم کام ہے۔

اصطلاح: تصرفات (تصرف کی جمع)

تلفظ: تَ صَر رُ فات

لغوی معنی: استعمال کرنا، دخل کرنا، دست اندازی، قبضہ کرنا، اختیار کرنا، تغیر و تبدل، طاقت، قوت، اثر رسوخ، اعجاز، کرامت۔ طاقت، قوت سے یا تغیر و تبدل سے دوسرے کی چیز بلا اجازت استعمال کرنا، خورد برد۔

اصطلاحی معنی:

تدوین متن کے ضمن میں تصرفات سے مراد ہے:

1۔ ایک شاعر/ادیب کے کلام/تحریر میں دوسرے کا کلام یا تحریر شامل ہو جانا۔ یہ دانستہ بھی ہو سکتا ہے اور نادانستہ بھی۔ اس کو عموماً الحاق بھی کہا جاتا ہے۔

2۔ متن کی زبان میں سہواً، عمداً یا اتفاقیہ تغیر و تبدل، ترمیم و اصلاح۔ اس کو تحریف بھی کہتے ہیں۔

3۔ کسی دوسرے کی تصنیف، اشعار، مضامین، متن یا عبارت کو اپنا بنا کر پیش کرنا۔ اس کو جعل اور سرقہ بھی کہتے ہیں۔

4۔ متن کے املا میں کتابت یا قرأت کی مشکل سے تبدیلیاں پیدا ہو جانا، اس کو تصحیف بھی کہتے ہیں۔

یہ اور ایسی دیگر تمام تبدیلیاں تصرفات کے ذیل میں آتی ہیں۔

تشریح:

تصرفات و تحریفات کا پتہ چلانا اور ان کو دور کرنا تدوینِ متن کا اہم ترین کام ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔ چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

ایک شاعر یا ادیب کے کلام/تحریر میں دوسروں کا کلام اکثر شامل ہو جاتا ہے یا کر دیا جاتا ہے۔ اکثر یہ غلط فہمی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ بعض اوقات تخلص کی مشابہت سے ایسا ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ شعر

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے امیر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

بہت عرصہ تک میر تقی میر کا سمجھا جاتا رہا۔

موضوع و مضمون کی وجہ سے بھی یہ امکان رہتا ہے۔ مثلاً یہ شعر

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

عرصہ تک علامہ اقبال کا شعر تصور کیا جاتا رہا۔

اردو میں طرحی مشاعروں کا رواج عام تھا۔ کئی دفعہ ایک شاعر کی ایک زمین کی غزلیں دوسرے شاعر کے اسی زمین کے کلام میں شامل ہو جاتی تھیں۔

عقیدت کی وجہ سے بھی ایسا ہو جاتا ہے جیسے آزاد نے بہت سی غزلیں خود لکھ کر ذوق کے دیوان میں شامل کر دیں۔ کئی دفعہ مسودات کے سرورق کی تبدیلی یا بیاض میں نام نہ ہونے سے یا مٹ جانے سے بھی مختلف شعرا کا کلام ایک دوسرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ سودا کے کلیات میں بہت سی غزلیں دوسرے شاعروں کی ہیں۔ میر کے نام کئی غزلیں اور قطعات ایسے منسوب ہیں جو دوسرے شاعروں کے ہیں۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ''تحریف'' اور ''تصحیف''

اصطلاح: تصحیحِ متن

تلفظ: تَ صِ ح ی ح مَ تَ ن

لغوی معنی: متن کی درستی، متن کو درست کرنا جو انشائے مصنف کے مطابق ہو۔

اصطلاحی معنی: تدوینِ متن کا اصل کام ''متن'' کو اس کی اصل شکل میں لانا یعنی حقیقی متن کی بازیافت ہے۔ یہ متن کی درستی یا اصلاح نہیں بلکہ متن کو ایسی اصل شکل میں بحال کرنا ہے جو مصنف نے لکھا تھا یا جو مصنف کا منشا تھا۔ ذاتی /شخصی اصلاح یا ترجیح یا مروجہ معیار کے مطابق متن کو بدلا نہیں جا سکتا۔ مدون یہ کام مختلف متون کے تقابلی موازنہ اور اساسی آخذ کے پیشِ نظر کرتا ہے

تشریح:

ادبی تحقیق کا زیادہ تر کام ادبی و علمی مخطوطات اور متون کی بحالی ہے۔ مدون کا کام ادبی متون میں تصرفات و تحریفات کا پتہ چلا کر ان کو دور کرنا اور اس سلسلے میں ساری تصحیفات، جعل، غلط انتسابات کی سراغ رسانی اور ان کو دور کرنا ہے تاکہ متن کو مصنف کی منشا کے پیشِ نظر اس کی انشا کے مطابق یعنی اصل شکل میں بحال کیا جائے۔ اس طرح سے وہ متن میں داخل شدہ تمام اضافی و خارجی عناصر کو دور کرتا ہے اور اصل متن بحال کرتا ہے اور اس عمل میں داخلی شہادتوں اور خارجی آخذ، اسناد اور حوالوں سے مدد لیتا ہے۔ اس عمل کو تصحیحِ متن یعنی متن کو صحیح کرنا کہا جاتا ہے۔ اس میں کتابت، املا، ہجوں، رسم الخط کی غلطیوں اور تحریفات کو دور کیا جاتا ہے۔ لیکن مدون کو متن میں مصنف کی غلطی درست کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کوئی بھی ایسی غلطی

خواہ وہ زبان کی ہو یا حقائق کی یا واقعات کی جو مصنف کی ہو چونکہ وہ انشائے مصنف کے مطابق ہے اس لیے مدون کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو متن میں بحال رکھے البتہ حاشیہ یا ضمیمہ و تعلیقات میں اس کی نشاندہی کر دے۔ مصنف کی غلطی متن میں موجود رہے گی لیکن کتابت کی غلطیاں اور تصحیفات و تصرفات دور کیے جائیں گے۔ یہ مرحلہ مدون کی علمیت اور قابلیت کے امتحان کا مرحلہ ہے۔

تصحیحِ متن کے تین طریقے ہیں:

1۔ **انتقادی تصحیح** انتقادی یا ترجیحی یا اساسی تصحیح میں اساسی نسخے کو بنیاد بنا کر اس کی بنا پر درستی کی جاتی ہے اور اختلافاتِ نسخ حواشی میں دیے جاتے ہیں۔

2۔ **تقابلی تصحیح** تقابلی یا انتخابی تصحیح میں مختلف متون کے مقابلہ/موازنہ سے منشائے مصنف کے قریب ترین متن کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

3۔ **قیاسی تصحیح** تنقیدی یا قیاسی تصحیح میں مدون اپنے علم اور کمال کے بھروسے پر تصحیح کا کام انجام دیتا ہے۔ یہ نہایت متنازع اور مشکل صورت ہے۔ اسے صرف کتابت کی غلطیوں کی درستی تک محدود رہنا چاہیے۔

مدون ان میں سے پہلے دو طریقوں میں سے کوئی طریقہ اپناتا ہے۔ تیسرا طریقہ اپنانے کے لیے نہایت ہی احتیاط اور علمیت و قابلیت کی ضرورت ہے۔ تصحیحِ متن کی اردو روایت میں قیاسی تصحیح کو درست نہیں سمجھا جاتا۔

اصطلاح: تعلیقات، واحد تعلیقہ

تلفظ: تَ عْ لِی قَات ، تَ عْ لِی قَ ہ

لغوی معنی: لٹکانا/لٹکایا جانا،، اسباب ضبطی کی تحریر جو دروازے پر لٹکائی جاتی تھی، تحریر، بڑے آدمیوں کی تحریر، خط، نام، رسم الخط۔

اصطلاحی معنی: کسی کتاب کے متن کے مکمل ہونے کے بعد اضافی حصہ/ حصے جن میں متن کے بارے میں وہ مفید معلومات ہوں جنہیں متن میں نہ دیا جا سکتا ہو، اس میں اختتامی تحریریں، حواشی اور ضمیمے شامل ہیں۔ کچھ لوگ اضافی شرح کاری اور حاشیہ نگاری کو بھی تعلیقات میں شامل کرتے ہیں۔ کچھ حواشی کے علاوہ باقی تحریروں کو تعلیقات کا نام دیتے ہیں۔

تشریح:

حواشی، ضمیمہ اور تعلیقات کی اصطلاحوں کے استعمال میں محققین کے ہاں کوئی واضح فرق روا نہیں رکھا جاتا۔ خاص کر کچھ محقق ضمیمہ کو ہی تعلیقات شمار کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل تقسیم پیش نظر رکھنی چاہیے۔

حواشی کی اصطلاح وسیع طور پر حوالہ جات کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ متن میں درج اندراجات سے متعلق معلومات اور اقتباسات سے متعلق حوالہ جات درج کرنے کے لیے متن میں متعلقہ جگہ نمبر شمار درج کر دیا جاتا ہے اور حاشیہ میں یا باب کے آخر میں اسی ترتیب سے نمبر شمار درج کر کے مقررہ طریقے سے حوالہ یا معلومات درج کر دی جاتی ہیں۔ پہلے حاشیہ کا لفظ صرف حاشیہ پر لکھے گئے حوالہ جات

ومعلومات کے لیے استعمال ہوتا تھا لیکن اب باب یا کتاب کے آخر میں درج ان معلومات کے لیے یہی اصطلاح استعمال ہونے لگی ہے۔

یہ طریق کار اس وقت تک سود مند ہے جب تک یہ حوالہ جات اور اطلاعات مختصر ہوں اور مقررہ طریق کے مطابق درج ہو سکتی ہوں۔ بعض اوقات یہ معلومات بہت مفصل ہوتی ہیں اور اپنے طور پر علیحدہ جگہ کا مطالبہ کرتی ہیں۔ تخریج کے سلسلے میں بہت سے مسائل، متن کے متعلق مسائل پر بحث وتمحیص، متن کے موضوع یا مواد سے متعلق تفصیلی معلومات جو کوئی مدون دینا چاہے خصوصاً تاریخی، جغرافیائی اور معاشی ومعاشرتی معلومات، ان کے لیے حواشی درست مقام نہیں، ان کو متن کے آخر میں حواشی کے بعد ضمیمہ جات کی صورت میں درج کرنا مناسب ہے۔ ایک ضمیمہ کے لیے مناسب ہے کہ وہ ایک ہی موضوع پر ہو۔ اس پر عنوان درج کیا جائے اور تمام متعلقہ تفصیل اس میں دی جائے۔

یہ ضمیمہ جات کئی طرح کے ہو سکتے ہیں۔ ان میں مختلف قسم کی فہرستیں، اشخاص، مضامین، مقامات، متعلقہ اشیا کے تراجم، یا اگر ترجمے متن میں ہیں تو اصل عبارت، متن میں درج اسماالرجال کی سوانح ودیگر متعلقہ معلومات۔ یہ تمام معلومات ضمیموں کی صورت میں درج کی جا سکتی ہیں۔

بہت سے محققین ان معلومات کو مقدمہ میں شامل کر لیتے ہیں جن سے مقدمہ عموماً متن سے بھی طویل اور بوجھل تر ہو جاتا ہے لہٰذا ایسی تمام معلومات کو ضمیموں کی صورت میں کتاب کے آخر میں درج کرنا مناسب ہے۔ اکثر اوقات حواشی میں اجمالی تذکرہ کر کے تفصیل کے لیے متعلقہ ضمیمے کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے۔ اس طرح کی تمام فہرستوں اور ضمیموں کو "تعلیقات" کا نام دیا جاتا ہے۔

اصطلاح: تکملہ

تلفظ: ت ک م ل ہ

لغوی معنی: تکمیل، تمامی، کامل کرنا، مکمل کرنے والی چیز، تتمہ، ضمیمہ۔

اصطلاحی معنی: متن کے آخر میں شامل تمام تحریریں

تشریح:

تکملہ کی اصطلاح کم استعمال کی گئی ہے لیکن قدیم مخطوطات میں اس کا استعمال ہوتا تھا۔ عمومی استعمال میں تکملہ و تتمہ اور ضمیمہ کے معنوں میں فرق نہیں رکھا جاتا اور ایک ہی معنوں میں استعمال کر لیا جاتا ہے لیکن علمی مقاصد کے لیے اس کے متعین مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے۔

تکملہ اس تحریر یا نقش کو کہتے ہیں جو اصل کی تکمیل کرے۔ لہٰذا اس معنی میں یہ ضمیمہ سے مختلف ہے کہ ضمیمہ متن کے مندرجات کے بارے میں اضافی معلومات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کو ایک نقشہ کی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر ایک نقشہ یا خاکہ کسی علاقے کو ظاہر کرتا ہے اور اسکا کچھ حصہ / گوشہ اس کاغذ یا کپڑے کی حدود سے باہر رہ جاتا ہے جس پر اس کو بنایا جاتا ہے تو اس کو ایک دوسرے کاغذ یا کپڑے پر بنایا جاتا ہے اور یہ نقشہ یا خاکہ اصل کی تکمیل کرتا ہے۔ یہ اس کا حصہ ہوتا ہے لیکن اس سے علیحدہ یا اس کے آخر میں۔ تاریخ کے متون میں بھی اکثر مصنف خود اپنے متن کے آخر میں تکملہ شامل کرتا ہے جو متن کے کسی اندراج کی تکمیل کرے۔ شعری متون میں دیوان کے مرتب ہونے کے بعد کا کلام تکملہ کے طور پر شامل کیا جا سکتا ہے جو اگرچہ

متن کی تکمیل کرتا ہے لیکن متن کے بعد میں آتا ہے۔ متن کے ترقیمہ اور اسی نوع کی عبارات کو بھی تکملہ میں شمار کیا جا سکتا ہے جو مصنف نے متن کی تصنیف کی غرض و غایت، مقصد اور اسی نوع کی دیگر ضروریات کے تحت قلم بند کی ہو۔

اصطلاح: **تمت**

تلفظ: تَ م مَ ت

لغوی معنی: پورا ہوا، تمام ہوا، مکمل ہوا۔

اصطلاحی معنی: کتاب کا خاتمہ۔
یہ اعلان کہ کتاب پوری ہوگئی۔
تمت بالخیر بھی لکھا جاتا ہے۔

تشریح: قدیم ادوار میں کتاب/مخطوطات کی تحریر کے مخصوص آداب تھے۔ مصنف یا کاتب کتاب/یا مخطوطے کا آغاز مخصوص طریقے سے کرتے تھے اور جب اصل متن مکمل ہو جاتا تو اس کے آخر میں "تمت" یا "تمت بالخیر" لکھتے تھے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اصل متن مکمل ہو گیا ہے۔ اس کے بعد وہ عموماً اپنا نام، کتابت مکمل ہونے کی تاریخ اور سنہ، خدائے والا تبار کا شکر اور کبھی کبھی تحریر و کتابت کی وجوہات، اسباب، مجموعے کا نام، جگہ، مقام تحریر وغیرہ بھی درج کر دیتے تھے۔ ایسی تحریر کو ترقیمہ کہتے ہیں اور یہ مخطوطات کی تاریخ کتابت اور ان کے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچانے میں محقق کی بہت مدد کرتی ہیں۔ ان تحریروں کی قرأت، ان کی صحیح تفہیم اور ان معلومات سے مدون کو مسودے کی قدامت، درستی و صحت اور متن کی غرض و غایت سے متعلق بیش قیمت/مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

اصطلاح: **تنقیدِ متن**

تلفظ: ت ن ق ی د م ت ن

لغوی معنی: تنقید کے لفظی معنی پرکھنا یعنی کھوٹے اور کھرے کو الگ الگ کرنا ہے۔

اصطلاحی معنی:

ادب میں "تنقید" سے مراد ادب پاروں کی فنی نقطہ نظر سے پرکھ، تحسین، تعبیر و تشریح اور قدر بندی ہے۔اس لحاظ سے تنقید متن کی اصطلاح کافی الجھن کا باعث ہے۔ کچھ علما اس کو پورے تدوینی عمل کے بیان کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ کچھ اس کو تدوین کے متبادل کے طور پر۔ چند اس کو تدوین کے عمل کی صرف ایک شاخ یا پہلو تک محدود رکھنا چاہتے ہیں اور وہ اس کو متن سے متعلق خارجی اور داخلی حقائق اور کوائف تک محدود رکھتے ہیں ان میں کسی نسخے کی ہیئت، تقطیع، مسطر، اوراق /صفحات کی تعداد، خالی اوراق یا صفحے (اگر ہوں) کا بیان/شمار، کاغذ، قلم، روشنائی، رسم کتابت، تزئین، مہریں، دستخط، وسائل و مآخذ کا ذکر، مشتملات اور ان کی صنف، تعداد، کیفیت، خاتمہ، ترقیمہ، تاریخ کتابت، تکملہ، تتمہ، حواشی، تعلیقات و دیگر خارجی و داخلی کوائف و حقائق کا بیان اور ان کا جائزہ اور پرکھ وغیرہ شامل ہیں۔ وہ ادبی قدر و قیمت کے تعین اور پسند و ناپسند کے بیان کو اس میں شامل نہیں کرتے۔

تشریح:

تحقیقِ متن کو متنی تنقید بھی کہتے ہیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے ''متنی تنقید'' کے نام سے کتاب تحریر کی ہے اور متن کی تدوین و ترتیب کے تمام عمل کو ''متنی تنقید'' کہا ہے۔ انھوں نے انگریزی کی ترکیب "Textual Criticism" کا ترجمہ ''متنی تنقید'' کے نام سے کیا ہے۔ متون کی تدوین کے لیے انگریزی میں یہی اصطلاح رائج ہے۔ کاترے نے اپنی کتاب "An Introduction to Textual Criticism" میں سنسکرت متون کی تدوین کے لیے یہی اصطلاح استعمال کی ہے لیکن ڈاکٹر گیان چند اور دوسرے محققین اس کو اردو کے لیے مناسب نہیں سمجھتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو میں تنقید کا لفظ ادب پارے کی پرکھ، تعبیر اور قدر بندی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تدوین کا بنیادی کام ادب پارے یا متن کی قدر بندی نہیں بلکہ اس کی بحالی ہے۔ انگریزی اور سنسکرت کی تدوینی روایت میں مدونین کو کسی حد تک اختیار حاصل ہے کہ وہ متن کے گم شدہ/ضائع شدہ الفاظ و تراکیب یا حصوں کو اپنی تنقیدی صلاحیت استعمال کرتے ہوئے مکمل کر سکیں یا درست کر سکیں لہٰذا وہاں متنی تنقید کی اصطلاح درست ہے جبکہ اردو میں تدوینِ متن کی روایت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ مدون اپنی طرف سے قیاس کے طور پر متن میں کسی طرح کا اضافہ کریں۔ اردو روایت عربی و فارسی روایت پر مبنی ہے خاص کر قرآن و حدیث کی تدوین کی روایت پر جس میں مدون کو اصل متن میں اپنی طرف سے کسی تبدیلی یا اضافے کی اجازت نہیں ہے۔ اردو میں اصل متن کی بحالی کے لیے تدوینِ متن کی اصطلاح ہی مناسب و جائز ہے کہ وہ اس کے تمام معیارات و روایت کا احاطہ کرتی ہے، ہاں البتہ تدوین کے عمل کے اندر جہاں مخطوطات کے خارجی کوائف کا تقابل و موازنہ درکار ہوتا ہے خاص طور

پر آغاز و اختتام کے مضامین، وہاں ان خالص معروضی حقائق کی پرکھ اور متون کے موازنہ و تقابل کے عمل کے لیے تنقیدِ متن کی اصطلاح استعمال کی جا سکتی ہے۔ اس میں صرف ان حقائق کا معروضی بیان اور تشریح شامل ہے جن کا اوپر اصطلاحی معانی میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

اصطلاح: **توقیت**

تلفظ: تَ وْقِیْ ت

لغوی معنی: وقت مقرر کرنا، کسی واقعہ کے ہونے کا وقت/ تاریخ، واقعات کی تاریخ وار ترتیب

اصطلاحی معنی: کسی مصنف یا شاعر کی زندگی کے اہم واقعات کو سنہ وار اور تاریخ وار درج کرنا۔
کسی متن کے مشمولات کو سنہ وار اور تاریخ وار درج کرنا

تشریح:

تاریخ کے بیان میں سنین خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر ان کو مناسب طریقے سے ترتیب دیا جائے تو یہ مخطوطات اور متون اور ان کے مصنفین کے حالات زندگی سے متعلق بہت سی الجھنوں کو رفع کرتے ہیں اور ان سے متعلق مسائل کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں، لہٰذا محققین ان سنین کو خاص ترتیب دے کر ان کا اندراج کر دیتے ہیں۔ یہ اندراج ضمیے کے طور پر بھی ہو سکتا ہے اور متن سے پہلے مقدمے کے ساتھ بھی۔ اسمائے رجال کے مطالعہ میں توقیت بہت افادی حیثیت رکھتی ہے۔ کسی بھی ادیب یا شاعر کی حیات اور کام سے متعلق تحریر میں عام طور پر توقیت کو شامل کرنا چاہیے۔ محقق اور مدون کو بھی اپنے منصوبے کے آغاز ہی میں موضوع سے متعلق شخصیت کی حیات کے اہم واقعات اور کارناموں کی توقیت تیار کر لینی چاہیے، اس سے ان کو دوران مطالعہ واقعات کے بیان اور ترتیب میں بھی مدد ملے گی اور مسودہ میں اس کا اندراج قارئین کے لیے بھی مفید ہوگا۔

اصطلاح: جدول (جمع جداول)

تلفظ: جَ دْ وَل

لغوی معنی: نالہ، پانی کی نہر، صفحے کے اردگرد لکیریں، حاشیہ کی لکیر، خاتمہ کی لکیر، روش

اصطلاحی معنی: صفحہ کے اردگرد لکیر یا لکیریں جو حاشیہ اور حوض کو علیحدہ کرتی ہیں۔ قدیم مخطوطات میں عموماً یہ خوبصورت اور دلکش رنگوں میں لگائی جاتی تھیں اور ان میں بیل بوٹے بھی بنائے جاتے تھے۔ (نیز دیکھیے حوض)

تشریح:

مخطوطات میں صفحات کو ہاتھ سے تیار کیا جاتا تھا۔ مخطوطات کی تیاری، اپنے عہد کے ذوق اور نفاستِ طبع کی ایک وسیع روایت کا حصہ تھی جس میں زیب و زینت اور آرائش کو خاص اہمیت حاصل ہوتی تھی۔ پورا مخطوطہ عموماً ایک خاص منصوبہ کے تحت تیار ہوتا تھا۔ اولین طور پر کاغذ کا انتخاب تھا پھر اس کے گرد حاشیہ اور حوض کی تیاری، صفحہ پر کنارے سے کچھ فاصلے پر خوبصورت اور دیدہ زیب رنگ میں لکیریں لگائی جاتی تھیں۔ ان خطوط کو جدول کہتے تھے۔ ان خطوط کے اندر محیط جگہ کو حوض کہا جاتا تھا جس میں متن تحریر ہوتا تھا اور ان خطوط سے باہر جگہ کو "حاشیہ" کہا جاتا تھا جن میں بوقتِ ضرورت ایسے اندراجات کیے جاتے تھے جو متن کی تشریح و توضیح کے لیے استعمال ہوتے تھے اور جن کو "حواشی" کہا جاتا تھا۔ کبھی کبھی خط کے ساتھ حاشیہ کو بھی جدول کہا جاتا ہے۔

اصطلاح: جعل

تلفظ: جَ عْ لْ

لغوی معنی: بدلنا، بنانا، بناوٹ، جھوٹ، فریب، دھوکا، بناوٹ، نقلی چیز پر اصلی ہونے کا دعویٰ

اصطلاحی معنی: وہ عمل جس کے ذریعے کوئی متن ترتیب دے کر/لکھ کر دوسرے کے کلام/متن میں شامل کر دیا جائے۔ ایسا عقیدت، لالچ، فریب اور کئی دوسری وجوہات کی وجہ سے کیا جا سکتا ہے۔

تشریح:

قدیم متون اور بار بار نقل ہونے یا چھپنے والی تصنیفات اکثر تصرفات و تحریفات کا شکار ہیں۔ ان کی ایک قسم جعل ہے۔ جعل متن میں دانستہ اور بالارادہ تغیر و تبدل یا ترمیم و اصلاح ہے یعنی تصرف کرنے والا جان بوجھ کر کسی مقصد سے یا محض اپنی چابک دستی کا مظاہرہ کرنے کے لیے متن میں تبدیلی کرتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں:

لوگ عقیدت یا احترام سے اپنا کلام دوسرے کے کلام میں شامل کر دیتے۔ آزاد نے خود کئی قصیدے اور غزلیں لکھ کر دیوانِ ذوق میں داخل کر دیں۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ کچھ لوگ جو شاعر بننے یا ظاہر ہونے کے خواہش مند تھے انھوں نے کلام خرید کر اپنے نام سے چلا دیا۔ ڈاکٹر گیان چند نے لکھا ہے کہ عبدالباری آسی نے کئی غزلیں تصنیف کر کے غالب کے نام سے شائع کر دیں۔

اصطلاح: جنگ

تلفظ: جَ ن گ

لغوی معنی: موٹی بیاض، بہی کھاتہ، مضامین و اشعار کی بڑی بیاض، ایک موٹی جلد جس میں کئی کتابیں ہوں، کتابوں کا پشتارہ

اصطلاحی معنی: ایک موٹی اور بڑی بیاض جس میں اپنا یا دوسروں کا کلام، چیدہ منتخب اشعار درج ہوں۔
بڑے سائز کی بیاض۔
بعض اوقات نثری تحریریں بھی اس میں درج ہوتی تھیں۔

تشریح:

''بیاض'' رکھنا اردو کی ادبی کلاسیکی روایات میں سے ایک ہے۔ صاحبانِ ذوق و علم اپنے پاس عموماً ایک بیاض رکھتے تھے جس میں پسندیدہ شعرا کے منتخب اشعار درج کرتے تھے۔ شاعری اس دور کی پسندیدہ ادبی روایت تھی اور شعر کا انتخاب مسلمہ مجلسی روایات کا خاصا تھا۔ اکثر لوگ ایک بڑی بیاض اپنے ذوق کے مطابق تیار کرواتے جس میں مختلف شعرا کے کلام درج کرتے رہتے، ایسی بڑی بیاض کو ''جنگ'' کہا جاتا تھا۔ عموماً ایک جنگ میں کئی کئی شعرا کا کلام درج ہوتا تھا۔ اس کے کئی حصے ہو سکتے تھے۔ اس میں نثری تحریریں بھی شامل ہو سکتی تھیں۔

اصطلاح: حاشیہ (جمع حواشی)

تلفظ: ح اشِ ی ہ

لغوی معنی: کنارہ، کونا، لب، کتاب یا ورق کا کنارہ، لکھے ہوئے ورق کا خالی کنارہ، نوکر، سنجاف، مغزی، پلہ، رومال، چادروں کے کنارے اور ان پر بنے ہوئے بیل بوٹے، شرح یا یادداشت جو کنارے پر لکھی جائے۔

اصطلاحی معنی:

لغوی معنوں میں حاشیہ لکھے ہوئے ورق کے خالی کنارے کو کہتے ہیں۔ پہلے رواج تھا کہ متن کی تشریح، اصلاح یا دیگر یادداشتیں ان کناروں پر لکھ دیتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان لکھے ہوئے مطالب ہی کو حواشی کہنے لگے۔ اب متن کی تشریح تفصیل یا وضاحت کے لیے لکھے گئے تمام نوٹس کو جو متن کے نیچے یا آخر میں علیحدہ درج کیے جاتے ہیں حواشی کہا جاتا ہے۔ مدون اپنے خصوصی علم اور تحقیق کی بدولت ''متن'' میں درج اندراجات کے بارے میں معلومات کو بطور حواشی درج کرتا ہے۔ یہ فن تدوین کا نہایت اہم عمل ہے۔ اس کے بغیر تدوین کو مکمل نہیں سمجھا جاتا۔

تشریح:

فنِ تحقیق اور تدوین کے حوالے سے حاشیہ کے دو معانی اہم ہیں۔ ایک لغوی یعنی وہ خالی جگہ جو صفحہ کے اردگرد چھوڑی جاتی ہے۔ قدیم زمانے میں جدول لگا کر حاشیہ اور حوض کو علیحدہ علیحدہ کیا جاتا تھا۔ تحقیقی تحریروں اور یونیورسٹیوں میں اس عمل

کواب متعین کیا جا رہا ہے۔ ہر ادارہ یا یونیورسٹی اس کے لیے اپنے مخصوص قواعد وضع

کرتی ہے۔ عمومی ضابطہ مندرجہ ذیل ہے:

صفحہ کے چاروں طرف ایک انچ کا حاشیہ چھوڑا جائے البتہ جس سمت جلد

بندی ہے ادھر ڈیڑھ انچ حاشیہ چھوڑا جائے۔

نئے باب کا عنوان حاشیہ کے علاوہ مزید ایک سے دو انچ جگہ چھوڑ کر لکھنا

چاہیے۔

عنوان کے بعد دو سے تین سطروں کا فاصلہ چھوڑ کر متن شروع کرنا

چاہیے۔

صفحہ کے نیچے کی طرف حسب ضرورت اتنی جگہ چھوڑی جائے جس میں

حوالہ جات درج کیے جا سکیں۔

ان لغوی معانی کے علاوہ حاشیے کے اصطلاحی معنی ہیں۔

پہلے زمانے میں لکھنے والے یا پڑھنے والے متن کے بارے میں اپنے خیالات، تبصرے، تشریح یا دیگر کوائف اس حاشیہ میں لکھ دیتے تھے جو حوض کے چاروں طرف خالی ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان تمام اندراجات کو حواشی کہا جانے لگا یعنی وہ تمام اندراجات جو متن کے بارے میں اس کے حاشیے میں لکھے جائیں۔ یہ حواشی متن کی شرح وتوضیح کی شکل میں ہوتے، ان کے امور تاریخی، ادبی، دینی، فرہنگی اور لغوی وغیرہ ہوتے تھے۔ دینی کتابوں میں فقہی کلامی مسائل سے بحث ہوتی۔ پھر ان حاشیوں پر حاشیے لکھے جاتے، جو الگ کتاب یا رسالوں کی شکل میں ہوتے اور یہ سلسلہ جاری رہتا۔

جدید عہد میں حواشی کتاب میں پاورق یعنی فٹ نوٹس کی شکل میں درج کیے جاتے ہیں یا ہر باب یا کتاب کے آخر میں درج کیے جاتے ہیں۔ متن میں نمبر

دے دیا جاتا ہے اور اس نمبر کے تحت ان کو پاورق یا آخر میں درج کردیا جاتا ہے۔ اگر معلومات زیادہ ہوں تو ان کو ضمیمہ کی صورت میں بھی شامل کیا جاتا ہے۔ ان کے لیے ''تعلیقات'' کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔

تحقیق و تدوینِ متن میں حواشی کی بہت اہمیت ہے۔ ان سے متن کی اہمیت وافادیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ متن کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ متن کے ادبی، فرہنگی ادبی گوشے وا ہوتے ہیں۔ یہ ایک مشکل فن ہے اور اس سے محقق اور مدون کی علمیت و محنت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

اصطلاح: حوالہ

تلفظ: حَ وَال ہْ

لغوی معنی: دے دینا، سپردگی، تحویل، سونپنا، پتہ، نشان، مثال

اصطلاحی معنی: متن میں بیان حقائق، واقعات، اشخاص اور دوسری چیزوں سے متعلق نوٹس یاReference جو حاشیے میں لکھے جائیں۔ حواشی، Notes، FootNotes، ذرائع، مآخذ، وسائل کا بیان اور ان کو تحریر کرنے کا معیاری طریقہ۔ ان کو متن کے آخر میں بھی درج کیا جاتا ہے۔

تشریح:

مصنف، محقق اور مدون متن میں اور اس سے متعلق تحریروں میں اپنے بیان کے ثبوت، تشریح، وضاحت، اثبات یا دوسروں کی تردید وغیرہ کے لیے بہت سے اقوال، امثال، بیانات، اقتباسات، اشعار، آیات، احادیث، محاورات اور اصطلاحات استعمال کرتا ہے۔ اس طرح متن میں تاریخی مقامات، واقعات، اشخاص اور حقائق کا ذکر ہوتا ہے۔ تحقیق میں یہ لازم اور ضروری ہے کہ محقق اور مدون ان کے ذرائع، اسناد اور مآخذ کا ذکر کرے تاکہ قاری اپنی تسلی اور خواہش کے مطابق اصل سے موازنہ کر سکے لہٰذا متن میں نمبر دے کر حاشیہ میں ایک متعین ترتیب سے ان ذرائع، اسناد اور مآخذ کا اندراج کر دیا جاتا ہے۔ ان کو حوالہ جات کہتے ہیں۔ یہ حوالہ جات حواشی کی ہی ایک صورت ہیں۔ مآخذ و ذرائع کے بارے میں اندراج کو حوالہ کہا جاتا ہے اور تفصیلی معلومات اور دیگر معلومات بہم پہنچانے کو حواشی کہا جاتا ہے۔ ان میں

متن کی اغلاط کا بیان، اختلافی معاملات کی بحث، تشریح و ترجمہ بھی دیے جاسکتے ہیں۔

حوالہ جات کے اندراجات کا طریق کار یونیورسٹیاں متعین کرتی ہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ اس سے قاری فوراً اصل ذریعہ تک پہنچ سکے۔ کتابوں کے ضمن میں مصنف کا نام، کتاب کا نام، مقام اشاعت، تاریخ اشاعت، پبلشر، ایڈیشن، جلد نمبر اور صفحہ نمبر کا اندراج ضروری ہے۔ مخطوطات کے ضمن میں مندرجہ بالا کے ساتھ اس کا مقام اور ملکیت، سال کتابت، مخطوطہ کی حالت، ترقیمہ وغیرہ کا اندراج کیا جاتا ہے۔

اصطلاح: حوض

تلفظ: حَ وْ ض

لغوی معنی: پانی کا چہ بچہ، پانی جمع کرنے کی پختہ جگہ جو زمین میں بنائی گئی ہو، چھوٹا سا تالاب، متن، حاشیہ کے اندر کی جگہ جو جدول کے اندر ہو، گودی

اصطلاحی معنی: پرانی کتب/مخطوطات میں صفحے کے اردگرد حاشیہ چھوڑ کر خط/لائن لگائی جاتی تھی جس کو جدول کہتے تھے۔ اس خط کے اندر جو چوکور خانہ بنتا تھا اور جس میں متن تحریر ہوتا تھا، اس کو حوض کہا جاتا تھا۔ چھوڑے ہوئے حاشیہ میں متن کے متعلق تشریحات/اضافات اور دیگر معلومات ترچھا کر کے لکھتے تھے جن کو حاشیہ/حواشی کہنے لگے۔

تشریح:

اسلامی ہندوستان میں مخطوطات کی تیاری اس دور کے مخصوص ادبی میلان، جمالیاتی ذوق اور تہذیبی فضا کی پیداوار تھی۔ کتابت ایک فن تھا، کاغذ کو نہایت مہارت سے تیار کیا جاتا تھا۔ کاغذ کا سائز منتخب کیا جاتا تھا، پھر اس پر جدول لگائی جاتی تھی، جو سادہ بھی ہو سکتی تھی اور رنگین بیل بوٹوں سے مرصع بھی۔ جدول کے اندر جو چوکور خانہ بنتا تھا اس کو حوض کہا جاتا تھا۔ اس حوض میں کاتب کتابت کرتا تھا۔ عموماً مخطوطات کے یہ نسخے اہتمام سے تیار کیے جاتے تھے۔ شاعر و مصنف اپنے دیوان اور تصنیفات کے مخطوطے خود تیار کراتے اور اہلِ علم و ذوق صاحبانِ اقتدار کو پیش کرتے، غالب نے نسخہ حمیدیہ اور نسخہ لاہور اسی طرح تیار کرائے تھے۔ ایسا بھی ہوتا کہ صاحبانِ

ذوق خود ایسے نسخے تیار کراتے ۔قرآن کریم کے نسخے تو بہت مجلّا اور مرصع تیار کیے جاتے تھے۔مشہور شعرا کے دیوان بھی اسی طرح تیار کرائے جاتے تھے۔دیوانِ حافظ اور گلستان و بوستانِ سعدی کے نسخے بہت مقبول تھے۔حاشیہ میں صاحبانِ علم و ذوق متن کے بارے میں تشریح، وضاحت اور اپنی رائے وغیرہ درج کرتے تھے۔بعد میں آنے والے ان حواشی پر حواشی لکھتے تھے۔غرض علم دوستی اور ادب نوازی کا سلسلہ تھا۔ حوض میں متن کی عبارت مخصوص ہوتی تھی، حواشی ہر شخص اپنی مرضی سے درج کر سکتا تھا۔

اصطلاح: خاتمہ

تلفظ: خ ا ت مَہ

لغوی معنی: انجام، اخیر، چیز کا آخر

اصطلاحی معنی: متن کے آخر میں مصنف/کاتب کی تحریر جو متن کے مکمل ہونے یا کرنے کے بارے میں ہوتی ہے جیسے ''تمت بالخیر'' وغیرہ

تشریح:

قدیم زمانے میں کاتب متن کی کتابت مکمل کرنے کے بعد عموماً ''تمت'' یا ''تمت بالخیر'' لکھ دیتے تھے یعنی متن کی اصل عبارت مکمل ہوگئی ہے۔ اس کو خاتمہ کہا جاتا ہے۔ اس تحریر کے بعد عموماً کاتب اپنا نام، مقامِ کتابت، تاریخِ تکمیل کتابت، مخطوطے کے مالک کا نام جس کی فرمائش پر کتابت کی گئی اور اپنے لیے اور پڑھنے والوں کے لیے دعا وغیرہ بھی لکھ دیتے تھے۔ ''تمت'' کے بعد کی اس عبارت کو ''ترقیمہ'' کہا جاتا ہے جو گو متن کے آخر میں ہوتا ہے لیکن متن کا حصہ نہیں ہوتا۔ یہ عبارت محققین اور مدونین کے لیے خاص اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس سے مخطوطات کی عمر اور مستند ہونے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ خاتمہ کی عبارت کا ترجمہ و تفہیم مدون اور محقق کے فن کا اہم حصہ ہے کیونکہ اس میں بسا اوقات کاتب اصل مصنف کے ساتھ اپنا نام لکھتے تھے لیکن اکثر صرف اپنا نام، بعض اوقات نقل کرنے والے اصل مسودے کے خاتمے کی عبارت ہی نقل کر دیتے تھے جس سے تحقیق کی غلط فہمیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ ان سب کی پہچان ضروری ہے۔

اصطلاح: خطی نسخہ

تلفظ: خَ طی نُ س خَہ

لغوی معنی: ہاتھ سے لکھا ہوا نسخہ

اصطلاحی معنی: وہ متن جو ہاتھ سے لکھا گیا ہو، قلمی نسخہ

تشریح:

نسخہ کے معنی ہیں لکھی ہوئی کتاب اور خطی یہاں خط یعنی تحریر یا لکھنا کی نسبت سے ہے۔ خطی نسخہ سے مراد ہاتھ سے لکھا ہوا متن ہے یعنی ایسا مخطوطہ یا کتاب جو ہاتھ سے لکھا ہوا ہو۔ اردو کا قدیم لٹریچر زیادہ تر مخطوطات یعنی ہاتھ سے لکھی کتابوں یا نسخوں کی صورت میں ملتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا نسخہ خود مصنف کے ہاتھ سے لکھا ہوتا ہے، اس کو دستخطی نسخہ کہا جاتا ہے لیکن اکثر مصنف نے خوش نویس کاتبوں سے اپنی نگرانی میں لکھوایا ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ اہم مصنف کا اپنا لکھا ہوا نسخہ ہوتا ہے جس کو اکثر "اساسی نسخہ" بنایا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ نسخہ جو مصنف نے اپنی نگرانی میں کتابت کرایا ہو۔ ان کے علاوہ ایسے نسخے بھی ہوتے ہیں جو دوستوں، احباب، عقیدت مندوں یا باذوق اصحاب نے کتابت کرائے ہوں۔ بعض اوقات کاتب خود لکھ کر ان کو فروخت کے لیے بھی پیش کر دیتے تھے۔ ہاتھ سے لکھے ہوئے یہ تمام نسخے خطی نسخہ کے ذیل میں آتے ہیں۔

اصطلاح: دست آویز (جمع دستاویزات)

تلفظ: دَس ٹ آوِی ز

لغوی معنی: معاملہ کی تحریری سند، سرکاری تحریریں۔

اصطلاحی معنی: تصدیق شدہ متن۔

معیاری متن جس کی حیثیت مسلمہ ہو۔

تشریح:

دست آویز ایسے متون کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کی حیثیت مسلمہ ہو، دست آویز عام مفہوم میں کاروبار، عہد ناموں اور دیگر سرکاری احکام اور تحریروں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جن پر عہدیداروں اور متعلقہ لوگوں کے دستخط وغیرہ ہوں اور جن کو مستند سرکاری کاغذات پر لکھا گیا ہو یا جن کو سند کے طور پر جاری کیا گیا ہو، اس میں ایسی تحریریں بھی شامل ہیں جو عدالتوں کے فیصلوں اور مجاز حکام کے احکامات پر مشتمل ہوں۔ تحقیق کے ضمن میں یہ ان متون کے لیے استعمال ہوتا ہے جو مصدقہ اور مستند ہوں اور جن کی حیثیت مسلمہ ہو۔

اصطلاح: دستخطی نسخہ

تلفظ: دَس تَ خَ طی نُ سْ خَ

لغوی معنی: ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ

اصطلاحی معنی: مصنف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ۔اس میں وہ نسخہ بھی شامل کیا جاتا ہے جس کو مصنف نے اپنی نگرانی میں تیار کروایا ہو اور اس کی تصدیق موجود ہو

تشریح:

دستخطی نسخہ بھی خطی نسخہ ہوتا ہے یعنی یہ بھی ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہوتا ہے لیکن اس فرق کے ساتھ کہ اس کو مصنف یا شاعر نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہو۔ایسے نسخے کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ یہ سب سے مستند ہوتا ہے اور تدوینِ متن میں عموماً اساسی نسخہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔کچھ ایسے نسخے بھی ہوتے ہیں جن کو مصنف/شاعر نے خود تو نہیں لکھا ہوتا لیکن اپنی نگرانی میں تیار کرایا ہوتا ہے۔اس پر نظر ثانی کی ہوتی ہے، بعض اوقات اپنے ہاتھ سے اس پر اصلاح بھی کی ہوتی ہے اور کبھی کبھی دستخط بھی کیے ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں دیگر اسناد اور گواہیوں سے بھی ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ مصنف نے خود تیار کرایا تھا جیسے غالب کا نسخہ حمیدیہ اور نسخہ شیرانی۔ایسے نسخہ کو بھی دستخطی نسخہ شمار کر لیا جاتا ہے کہ اس کی حیثیت بھی مسلمہ اور مستند ہوتی ہے۔

اصطلاح: رسم الخط

تلفظ: رَس مُل خَط

لغوی معنی: تحریر کرنے کا طریقہ، کسی زبان کو لکھنے کی معیاری صورت، روشِ تحریر

اصطلاحی معنی: کسی زبان کی تحریری صورت کا مجموعی نقشہ، کسی زبان کو ضبطِ تحریر میں لانے کا طریقہ
کسی زبان کو لکھنے کی معیاری صورت کا نام، جیسے اردو کے لیے نستعلیق اور نسخ وغیرہ رسم الخط رائج ہیں۔ اردو رومن رسم الخط میں بھی لکھی جا سکتی ہے۔

تشریح:

بولی جانے والی زبان مختلف آوازوں سے وجود میں آتی ہے۔ ان آوازوں کی کاغذ پر صورت پذیری حروفِ تہجی کے ذریعے کی جاتی ہے جن کو ملا کر الفاظ بنائے جاتے ہیں اور اس طرح تحریر وجود میں آتی ہے۔ دنیا میں آواز کی صورت پذیری کے لیے مختلف قسم کے رسم الخط ایجاد ہوئے ہیں اور مختلف زبانوں کے لیے مختلف رسم الخط رائج ہیں۔ انگریزی رومن رسم الخط میں لکھی جاتی ہے، اردو لکھنے کے لیے کئی رسم الخط عہد بہ عہد رائج رہے ہیں جن میں خطِ نسخ، خطِ شکستہ، خطِ تعلیق اور خطِ نستعلیق زیادہ اہم ہیں۔ جدید عہد میں نستعلیق کا رواج ہے جو خطِ نسخ اور خطِ تعلیق کو ملا کر بنایا گیا ہے کمپیوٹر پروگرام میں ''نوری نستعلیق'' کو استعمال کرتے ہیں۔ بہت سے دفتروں میں کچھ عرصہ پہلے تک خطِ شکستہ کا رواج تھا جو سرکاری روایت کا حصہ ہے۔ اردو ٹائپ کے لیے خطِ نسخ ہی کام آتا ہے۔ اگر ضرورت ہو تو اردو کو رومن رسم الخط میں بھی لکھا جا

سکتا ہے۔ بہت سے موبائل سسٹم میں لوگ اردو کو اسی خط کو استعمال کرتے ہوئے میسج بھیجتے ہیں۔ رسم الخط زبان کی کاغذ پر صورت پذیری کے ایک مجموعی نظام کا نام ہے جس میں حروف تہجی، الفاظ کے اجزا لکھنے اور جوڑنے کا طریقہ اور مجموعی معیاری صورت شامل ہیں۔ رسم الخط کے مطابق درست طریقے سے لکھنا املا کہلاتا ہے۔ چونکہ مختلف عہد میں مختلف رسم الخط کا رواج رہا ہے لہٰذا مخطوطہ شناس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جانے کہ کس علاقے میں کس وقت کس رسم الخط کا استعمال زیادہ تھا۔ رسم الخط کی روایت سے واقفیت مخطوطہ شناسی میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔

اصطلاح: **رکاب**

تلفظ: رکَ اب

لغوی معنی: لوہے کے حلقے جو گھوڑے کی زین کے دونوں طرف لٹکتے ہیں سوار ان میں پاؤں رکھ کر سواری کرتا ہے، بڑا پیالہ/ پلیٹ

اصطلاحی معنی: قدیم مخطوطات میں صفحہ نمبر نہیں دیے جاتے تھے۔ ہر ورق کے آخر میں اگلے صفحے کے شروع کے دو ایک لفظ لکھ دیے جاتے تھے جو اگلے صفحے سے اس کا ملاپ ظاہر کرتے تھے۔ ان کو "رکاب" یا "ترک" کہتے تھے۔ (دیکھیے ترک)

تشریح:

"رکاب" بھی مخطوطہ نویسی اور مخطوطہ شناسی کی اصطلاح ہے جس سے آگاہی مدون کے لیے ضروری ہے۔ مخطوطہ نویسی ایک اہم تہذیبی سرگرمی تھی جس کی اپنی روایات تھیں۔ کاتب اوراق لکھتے ہوئے ہر جفت صفحہ کے آخر میں حاشیہ پر اس سے آگے آنے والے صفحے کے دو تین الفاظ لکھ دیتا تھا۔ اس طرح کہ وہ صفحہ کے آخر میں جدا نظر آئیں۔ اگلا طاق صفحہ انہی الفاظ سے شروع ہوتا تھا۔ یہ طریقہ صفحات میں ربط اور سلسلہ جاری رکھنے کے کام آتا تھا اور چونکہ عموماً صفحہ نمبر دینے کا رواج نہیں تھا اسی طرح سے صفحات کی ترتیب کی پہچان ہوتی تھی۔ مختلف کاتب مختلف طریقے سے 'رکاب' لکھتے تھے۔ کوئی ایک لفظ، کوئی دو اور کوئی تین وغیرہ۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے آج کل کوئی صفحہ کے آخر میں "اگلے صفحے پر جاری" لکھ دیتا ہے اس فرق سے کہ ان الفاظ کے بجائے ترک اگلے صفحے کے آغاز کے جملے کی عبارت کے لفظ یا الفاظ ہوتے تھے۔

اصطلاح: روایت (روایتِ متن)

تلفظ: رِوَای َت

لغوی معنی: نقل، بیان، ذکر، کہانی، قصہ، داستان، دوسرے کے الفاظ بیان کرنا، دوسرے کی بات کا بیان/نقل، حدیث،

اصطلاحی معنی: کسی متن کی مختلف صورتیں اور حالتیں اس میں تمام صورتیں شامل ہیں۔ تحریری اور زبانی، مطبوعہ اور مخطوطات، املائی اور دستخطی، قلمی سماعی وغیرہ۔

تشریح:

تدوینِ متن کے علم میں ''روایت'' کی اصطلاح بہت وسیع معنی میں استعمال ہوتی ہے اردو تدوینِ متن چونکہ عربی و فارسی کے پس منظر سے ابھری ہے لہٰذا ''روایت'' کا ایک مذہبی پس منظر بھی ہے جو ''متون'' سے متعلق اس کے معنی کو متعین کرتا ہے۔ روایت کسی ''متن'' کی تمام حالتوں کو جن میں وہ ہم تک پہنچتا ہے احاطہ کرتی ہے۔ روایت میں کسی بھی متن کی تمام حالتیں شامل ہیں یعنی لکھا ہوا متن، مطبوعہ، غیر مطبوعہ، مخطوطہ اور زبانی بات، فوک لور سب اس میں شامل ہیں۔

یہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ متون ہم تک بہت مختلف صورتوں میں پہنچتے ہیں۔ کم تعلیم یافتہ معاشروں میں لوگوں کی زبانی روایات، فوک لور اور عوامی گیتوں کی صورت میں۔ مذہبی روایات میں متن کی پرکھ اور نقد کا اعلیٰ نظام اور اس راستے سے موصول روایت، منقوش عبارتیں، لوح، پتھروں اور سلوں پر کندہ عبارتیں، دھات اور پتوں، کھال پر لکھے گئے متون وغیرہ، تصویروں کی شکل میں متون۔ علاوہ ازیں

مخطوطات کی شکل میں جن کی مختلف صورتیں ہیں: خودنوشت، دستخطی نسخے، دیگر نسخے، ان کے علاوہ امالی، ملفوظات، وعظ ونصائح وغیرہ۔ اس کے علاوہ مطبوعہ نسخے، آج کل ریکارڈ شدہ تقریریں، عبارت، مناظرے ومشاعرے، یہ بھی متن کی روایت کی مختلف صورتیں ہیں۔

مدون کو ان تمام روایتوں کو سامنے رکھنا پڑتا ہے۔ ان کی اہمیت اور استناد کے پیش نظر وہ ان کو ترتیب دیتا ہے اور پھر ان کی مدد سے اپنا ''متن'' تیار کرتا ہے جو اس کے نزدیک مصنف کی انشا اور منشا کے مطابق یا اس کے قریب ترین ہو۔ اس تمام عمل میں سند، حوالہ، ثبوت، دلیل کے بغیر کوئی بات نہیں کرتا اور اس کا ہر قدم اس کی روایت کے استحکام کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ اپنے ہر فیصلے کے لیے ٹھوس ثبوت اور دلیل فراہم کرنا اس کی صلاحیت اور قابلیت کی دلیل ہے۔ روایاتِ متن دراصل وہ خام مال ہیں جس سے مدون اپنا ''خالص سونا'' دریافت کرتا ہے اور تمام دلائل و براہین کے ساتھ اس طرح ہمارے سامنے پیش کرتا ہے کہ ہم اس کے متن کے خالص ہونے کے قائل ہو جاتے ہیں۔

اصطلاح: سرقہ

تلفظ: س رق ہ

لغوی معنی: چوری، چرانا، بلا اجازت اٹھالینا

اصطلاحی معنی: جب کوئی مصنف/شاعر دوسرے کا کلام/متن اپنا بنا کر پیش کرے۔ اسے ''انتحال'' بھی کہا جاتا ہے۔ ''تصرف'' بھی اسی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

تشریح:

سرقہ، تصرف کی وہ صورت ہے جہاں کوئی مصنف، ادیب، شاعر یا تذکرہ نگار وغیرہ دوسرے کے کلام یا متن کو اپنا بنا کر پیش کرتا ہے۔ سرقہ کی رسم بھی ادب میں کافی پرانی ہے۔ اکثر لوگ شہرت اور عزت کے لالچ میں یا اپنے رجحانِ طبع کے باعث دوسروں کے اشعار و تحریر کو اپنا بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ سب سے مشہور روایت حضرت داتا گنج بخش سے ہے۔ جنھوں نے لکھا ہے کس طرح کوئی آپ سے آپ کے شعروں کا دیوان پڑھنے کے لیے لے گیا اور اس کو اپنے نام سے رائج کرنا چاہا۔ یہی کیفیت ان کی تصوف پر ایک تصنیف ''منہاج الدین'' کے ساتھ ہوئی۔

سرقہ اور توارد میں فرق کرنا ضروری ہے۔ توارد کے معنی ہیں داخل یا وارد ہونا، کئی دفعہ دو مختلف شاعروں کے ہاں ایک ہی مفہوم یا ایک ہی طرح کے الفاظ و تراکیب پائے جاتے ہیں جس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ ایک نے دوسرے کا مضمون چرایا یا شعر نقل کیا ہو لیکن درحقیقت لوگ مختلف وقت میں ایک ہی موضوع کو بیان کر سکتے ہیں

یا ان کے الفاظ وتراکیب میں مماثلت ہو سکتی ہے۔ اس میں ضروری نہیں کہ ارادتاً چوری کو دخل ہو۔ ''سرقہ'' شعوری طور پر چوری کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

تحقیق میں سرقہ ایک بڑی بددیانتی ہے کہ اکثر لوگ تحقیق میں دوسروں کے نتائج، حوالہ جات یا حواشی نقل کر دیتے ہیں۔ یہ بھی سرقہ کی قسم ہے جسے Plagiarism کہا جاتا ہے۔ ترجمہ کرنے اور دوسرے کی محنت کو کسی بھی طریقے سے استعمال کرنے کے لیے حوالہ دینا ضروری ہے۔

اصطلاح: **سماعی متن**

تلفظ: س م ا ع ی متن

لغوی معنی: سنا ہوا متن، روایتی، سینہ بہ سینہ، متن جو سن کر لکھا گیا ہو

اصطلاحی معنی: ایسے متون جو سن کر لکھے گئے ہوں مثلاً احادیث، ایسے متون جو زبانی ہم تک پہنچے ہوں جیسے فوک لور، بولیاں، دوہے، آلہا اودل،

تشریح:

متون ہمارے پاس بہت سے ذریعوں سے پہنچتے ہیں۔ روایتِ متن کی بہت سی صورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک سماعی متن ہے جو ایسے متون پر مشتمل ہے جو سن کر لکھے گئے ہوں یا ان کی روایت زبانی اور سینہ بہ سینہ چلتی رہی ہو اور آخر کار اس کو تحریری شکل دی گئی ہو، ایسے متون درایت اور سند کے بہت ہی کڑے معیار سے گزر کر مستند حیثیت اختیار کرتے ہیں اور مدون کو اس سلسلے میں بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔ احادیث کی روایت اس معیار کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ سماعی متون عموماً مندرجہ ذیل ہو سکتے ہیں:

احادیث: رسولِ کریمؐ کے فرمودات جو مختلف راویوں اور درایت کے ذریعے ہم تک پہنچے۔

اقوال: عظیم شخصیتوں، راہنماؤں، ائمہ کے فرمودات۔

امالی: یعنی املا کیا ہوا، ایسی تمام تحریریں جو املا کروائی گئی ہوں۔

ملفوظات: منہ سے نکلی ہوئی باتیں یا لکھی ہوئی باتیں۔ عموماً ان تحریروں کے بارے

میں ہے جو صوفیا، علما، مشائخ اور مشہور استادوں کی محفلوں میں بیٹھنے والوں نے ان کے ارشادات کے بارے میں تحریر کیں۔

محاضرات: وہ معلومات اور تحریریں جو علما وفضلا کے ان ارشادات کے بارے میں ہوں جن کو لوگوں نے یاد رکھا اور پھر تحریر کیا۔

موطہ جات: ایسی باتیں جو دور سے اکٹھی کی گئی ہوں۔

فوک لور: وہ تمام شاعری، گانے، بولیاں، دوہے وغیرہ جو لوگ روایتاً ماضی سے گا بجا رہے ہوں۔ ان میں مقامی کہانیاں بھی شامل سمجھی جاتی ہیں۔

ریکارڈ شدہ: ایسے تمام متون جو الیکٹرونک ریکارڈ شدہ، سمعی و بصری ذریعوں سے ہم تک پہنچے۔

ان تمام متون کو آخر کار تحریری شکل دے کر محفوظ کیا جاتا ہے۔

اصطلاح: ضمیمہ

تلفظ: ض م ی مَہ

لغوی معنی: وہ چیز جو کسی دوسری چیز پر چڑھائی جائے، ملا ہوا، پیوستہ، شامل کیا گیا، تتمہ، تکملہ، پرچۂ زائد، اخبار کی معمول سے زائد اشاعت۔

اصطلاحی معنی: کسی متن/کتاب/تحریر کے بعد کی اضافی تحریر جس میں متن سے متعلق مفید معلومات یا متن میں بیان شدہ عبارت/اشخاص/حقائق کے متعلق معلومات درج کی جائیں۔

تشریح:

اکثر محققین ضمیمہ، حواشی، تعلیقات، تتمہ اور تکملہ کے اصطلاحی معانی میں فرق نہیں کرتے۔ پروفیسر نذیر احمد کے مطابق ''آج کل تحقیق کی اصطلاح میں تعلیقات و حواشی وہ یادداشتیں ہیں جو بطور ضمیمۂ کتاب درج کیے جاتے ہیں۔ ان مندرجات کے امور تاریخی، ادبی، لغوی اور فرہنگی ہوتے ہیں۔ دراصل متن کتاب میں بعض ایسے امور مذکور ہوتے ہیں جن کی توضیح سے کتاب کی اہمیت اور افادیت میں بڑا اضافہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات عام توضیح کی بنا پر اصل مفہوم تک رسائی نہیں ہوتی۔ اس بنا پر جدید تحقیق میں تعلیقات نگاری و حواشی نویسی تنقید کا لازمہ سمجھی جاتی ہیں۔'' اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان تمام مندرجات کو جو متن سے زائد ہیں، یعنی تعلیقات، حواشی کو ضمیمہ میں شمار کرتے ہیں۔ گیان چند کے نزدیک ''اس میں وہ تمام مواد دیا جاتا ہے جو کتاب کے متعلق تو ہے لیکن بوجوہ متن میں شامل نہیں۔'' یعنی تمام

حوالہ جات، حواشی، تعلیقات وغیرہ۔

ضروری ہے کہ جدید محققین کی سہولت کے لیے ان اصطلاحات میں فرق کو واضح کیا جائے۔ اس فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔

حواشی: چونکہ عربی و فارسی دانشوری کی تاریخ میں ''حواشی'' یا ''حاشیہ نگاری'' ایک مخصوص اصطلاح ہے جس میں کتاب کے مندرجات کی تشریح، وضاحت، مزید تفصیل، ان مندرجات کا جواب، اعتراض وغیرہ بھی شامل تھے لہٰذا اس کو اسی اصطلاح میں استعمال کرنا درست ہے خواہ وہ حاشیہ کتاب میں ہو یا کتاب کے آخر میں یا کتاب کے متعلق کسی دوسری کتاب یا رسالے کی صورت میں، یعنی اس کو وسیع مفہوم میں استعمال کیا جائے۔

حوالہ: حوالہ جات میں وہ معلومات شامل ہیں جو کتاب میں درج اقتباسات کے منابع اور ذرائع کا پتہ دیتے ہیں یا ان کے تراجم وغیرہ پر مشتمل ہیں یعنی ان کو فٹ نوٹ کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور وہ صفحہ کے نیچے یا آخر میں ایک خاص ترتیب سے درج کی جاتی ہیں۔

ضمیمہ: وہ معلومات ہیں جو کتاب کے آخر میں ایک علیحدہ تحریر یا مضمون کی صورت میں درج کی جائیں لیکن اس میں اشاریہ اور فرہنگ اور حوالہ جات شامل نہیں ہیں بلکہ ایک مسلسل، مدلل تحریر جو کسی خاص موضوع سے متعلق ہو۔

تکملہ: ایسی تحریر جو متن کے مندرجات کی تکمیل کرتی ہو۔ یہ مصنف کے ہاتھ سے بھی ہو سکتی ہے اور مرتب کی طرف سے بھی۔ یعنی متن میں کوئی تفصیل بیان نہیں کی اور بطور تکملہ بعد میں شامل کر دی۔

تتمہ: ایسی تحریر جو ضمیمہ یا تکملہ میں دی گئی معلومات کے متعلق ہو اور ان کی وضاحت کرتی ہو اور ان کے بعد درج کی جائے۔

تعلیقات: ان تمام مندرجات کا مجموعی نام جو کتاب کے آخر میں درج کیے جاتے ہیں۔

ضمیمہ کے متعلق بعض محققین کا یہ خیال کہ یہ "اگر بحث کے لیے ضروری تھا تو اسے متن میں کیوں جگہ نہیں دی گئی۔ اگر زیادہ ضروری نہیں تو اسے کسی رسالے میں عالمانہ مضمون کے طور پر شائع کر دیتے" اسی فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ متن میں صرف متن ہی کو جگہ دی جا سکتی ہے۔ محقق کی تحریر کو متن میں جگہ دینا درست نہیں ہے۔ متن تو منشائے مصنف کے مطابق انشائے مصنف کو بحال کرنے کا کام ہے۔ حوالہ جات، بنیادی طور پر اسناد، منابع اور اختلافِ نسخ کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ دیگر تمام معلومات درج کرنے کے لیے دوسرے طریقے وجود میں آئے ہیں ان میں یہی ضمیمہ جات ہیں۔ ضمیمہ جات ضروری معلومات پر مشتمل ہوتے ہیں لیکن متن میں درج نہیں کیے جا سکتے بلکہ متن کے آخر میں علیحدہ مضمون یا تحریری صورت میں درج کیے جاتے ہیں۔

اصطلاح: **غیر متداول**

تلفظ: غ ی ر م ت دَا وَل

لغوی معنی: متداول کا الٹ یعنی غیر مروج، جو چیز عام نہ ہو، جو لوگوں تک نہ پہنچ سکے،

اصطلاحی معنی: وہ متن جو رائج نہ ہو۔ عموماً اس میں منسوخ شدہ متن بھی شامل ہوتا ہے، غیر مروج متن، ایسا متن جس کے متعلق عموماً لوگوں کو معلوم نہ ہو۔

تشریح:

تدوینِ متن کا پہلا مرحلہ ہی متن کے متعلق تمام مآخذ و اسناد اور تمام متون کی تمام روایتوں اور مخطوطات کو جمع کرنا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ متن کی کچھ صورتیں زیادہ رواج پا جاتی ہیں اور کچھ صورتیں عام لوگوں تک نہیں پہنچ پاتیں۔ مدون کے لیے ان تمام کو دریافت کرنا، ان تک رسائی پانا اور پھر ان کی مدد سے اصلی متن تیار کرنا اہم ہے۔ ایسے متون جو عام مروج نہ ہوں ان کو غیر متداول متون کہا جاتا ہے۔ ''دیوانِ غالب'' جو عام مروج ہے غالب کے اردو کلام کا صرف ایک حصہ ہے۔ نسخۂ حمیدیہ، نسخہ لاہور اور کئی دیگر مشکوک اور مستند دواوین اس کے علاوہ ہیں۔ اس طرح باقی مصنفین اور شعرا کا معاملہ ہے۔ غیر متداول کلام میں وہ کلام بھی شامل کر لیا جاتا ہے جو شاعر نے خود منسوخ کر دیا ہو، یا کسی کو بخش دیا ہو، یا جو طبع اور شائع نہ ہو سکا ہو۔ ایسے کلام کو ''باقیات'' بھی کہا جاتا ہے۔ ''باقیاتِ اقبال'' کے کئی ایک مجموعے ابھی تک شائع ہو چکے ہیں۔ ''غیر متداول'' متون کا پتہ چلا کر اس کو مرتب کر کے شائع کرنا اور اس کی مدد سے متداول متن کو درست کرنا محققین کا اہم کام ہے۔

اصطلاح: **فرہنگ**

تلفظ: فَ رْ ہَ نْ گْ

لغوی معنی: لغت، لغات کی کتاب، ادب، دانائی، دانش، عقل، بزرگی، ثقافت، کلچر،

اصطلاحی معنی: الفاظ، تراکیب، اصطلاحات، غیر مروج الفاظ یا دیگر زبانوں کے الفاظ کے معانی کی فہرست جو مدون قاری کی سہولت کے لیے متن کے بعد آخر میں درج کرتا ہے۔

تشریح:

مخطوطات اور متون عموماً قدیم زمانے یا گزرے ہوئے ادوار سے تعلق رکھتے ہیں یا ایسے علاقوں اور ملکوں سے ہو سکتے ہیں جن کی زبان اور ذخیرۂ الفاظ سے قارئین پوری طرح آگاہ نہ ہوں، ایسے متون کی تدوین کرنے کے ساتھ ساتھ مدون ان متون میں استعمال شدہ ایسے الفاظ، تراکیب، محاورات، روزمرہ جات اور اصطلاحات کی فہرستیں، ان کے معانی اور مفاہیم کے ساتھ متن کے آخر میں درج کر دیتا ہے تاکہ قارئین کو اس متن کے سمجھنے میں آسانی ہو، اس کے ساتھ ساتھ الفاظ کا ایسا استعمال جو مروجہ دور سے ہٹ کر ہو وہ بھی قدیم مفہوم کے ساتھ درج کرتا ہے۔ مختلف فنون، پیشوں کی مخصوص اصطلاحات کے معانی اور چیزوں کے نام میں فرق وغیرہ کا بھی اس میں اظہار کیا جاتا ہے۔ فرہنگ، مدون کا ایک اہم کام ہے اس سے متن کی افادیت بہت بڑھ جاتی ہے۔

فرہنگ میں اندراجات حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیے جاتے ہیں۔

اس کو عموماً متن اور حوالہ جات و حواشی کے بعد درج کیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ مدون حضرات ان کو حوالہ جات کے ضمن میں بھی درج کر دیتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ان کو علیحدہ فرہنگ کے عنوان سے درج کیا جائے۔ اس کے لیے جدول کا طریقہ بھی استعمال ہو سکتا ہے اور عام لغت کا طریقہ بھی۔ مدون اپنی سہولت کے مطابق جو طریق مناسب سمجھے استعمال کر سکتا ہے۔

اصطلاح: فہرست

تلفظ: فِ۔ہ۔رِس۔ت

لغوی معنی: فرد، چیزوں کی تفصیل، مرتب تحریر۔

اصطلاحی معنی: (1) ترتیب وار چیزوں اور عنوانات کی تحریر۔

(2) متن کو مدوّن کرنے کے بعد ان کے آخر میں درج ترتیب وار اور حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب تحریریں جو عموماً ''اشاریہ'' کے طریقے پر ہوتی ہیں۔لیکن جہاں اشاریہ میں صرف صفحات کا نمبر درج ہوتا ہے۔فہرست میں مرتب/مدون ان کی تشریح اور تفصیل بھی درج کر سکتا ہے۔اسماو کتب اور مقامات کے ساتھ باقی معلومات کی فہرستیں بھی دی جا سکتی ہیں مثلاً قدیم الفاظ املا، مرکبات، محاورات، ضرب المثل اصطلاحات، درختوں، پرندوں، جانوروں کے نام، تاریخی اور جغرافیائی اطلاعات وغیرہ۔

تشریح:

''فہرست'' کے لغوی معنی ایک ایسی تحریر ہے جس میں ترتیب کے ساتھ اشیا اور معلومات کا اندراج کیا گیا ہو۔تحقیق و ترتیب متن میں 'فہرست' سے دو طرح کے اندارجات مراد ہیں۔ایک تو کسی کتاب کے مشتملات کا ترتیب وار اندراج جو کتاب کے آغاز میں دیا جاتا ہے اور جس میں کتاب کے ابواب اور دیگر اندراجات کے عنوانات اور ان کا صفحہ نمبر دیا جاتا ہے۔اس فہرست میں تمام ضمیمہ جات، فرہنگ اور

اشاریہ جات وغیرہ کو بھی شامل کیا جاتا ہے تاکہ قاری اس فہرست سے کتاب کے مشتملات کا پتہ چلا سکے۔

۔دوسری فہرستیں وہ ضمیمہ جات اور تعلیقات وفرہنگ وغیرہ ہیں جن کو کتاب یا تدوین شدہ متن کے آخر میں درج کیا جاتا ہے۔ چونکہ ان کو ترتیب وار ایک عنوان کے تحت درج کیا جاتا ہے لہذا کچھ علما ان کے لیے بھی فہرست کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ دیگر ان کے لیے اصطلاحی نام بہتر سمجھتے ہیں کیونکہ اس سے اس کی خصوصیت کا پتہ چل جاتا ہے۔

اصطلاح: **قرأت**

تلفظ: قِ رْأت

لغوی معنی: پڑھنا، صحیح تلفظ، خواندگی، قرآن پاک کو صحیح پڑھنے کا علم، صحیح پڑھنا،

اصطلاحی معنی: تدوین میں کسی متن، عبارت، مخطوطے کے الفاظ/عبارت کا تلفظ اور معنے متعین کرنا۔

متن کو درست اور صحیح حالت میں پڑھنا، سمجھنا اور متعین کرنا۔

تشریح:

''قرأت'' کی اصطلاح بنیادی طور پر قرآن کریم کے صحیح تلفظ اور اس کے حروف کی درست مخرج سے ادائیگی کے لیے استعمال کی جاتی ہے لیکن تحقیق و تدوین متن میں اس سے مراد متن کی عبارت کو درست طریقے سے پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے مفہوم کو سمجھنا ہے۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے متن کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ''ایسی عبارت، تحریر یا نقوشِ تحریر کو کہتے ہیں جن کی قرأت یا معنوی تفہیم ممکن ہو۔'' اس سے واضح ہے کہ وہ قرأت سے مراد معنوی تفہیم لیتے ہیں لیکن معنوی تفہیم، صحیح خواندگی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

متن کی تعریف میں قدیم زمانے کی تحریروں کے ساتھ ساتھ عمارتوں، پتھروں، سلوں اور دھاتوں پر منقوش آیات و تحریریں بھی شامل ہیں۔ زبانوں کے تغیر و ارتقا کی وجہ سے ان میں زبان اور رسم الخط کے علاوہ لسانی، لغوی و املائی تغیرات عام ملتے ہیں لہٰذا ان کا درست پڑھنا اور ان کی معنوی تفہیم مدون کے لیے انتہائی اہم ہیں۔ یہ وہ پہلا قدم ہے جس پر اس کی باقی تمام کاوشوں کی درستی کی بنیاد ہے۔

اصطلاح: کتابیات

تلفظ: کِ تا بِ یات

لغوی معنی: کسی خاص موضوع سے متعلق کتابوں کی فہرست، کتابوں کی ترتیب دار فہرست،

اصطلاحی معنی: تدوین متن میں تدوین اور مصنف سے متعلق جملہ کتابوں کی ترتیب دار /موضوع وار/ مصنف وار حروف تہجی کے لحاظ سے فہرست یا فہرستیں۔
خاص طور پر ان کتابوں کی فہرست جن سے تدوین میں مدد لی گئی ہو۔

تشریح:

''کتابیات'' کو مرتب کرنا تحقیق و تدوین کے عمل کا ایک اہم مرحلہ ہے۔ بالعموم اس سے ان تمام کتابوں کی فہرست مراد لی جاتی ہے جن پر تحقیق و تدوین کی بنیاد رکھی گئی، جن کو ماٰخذ کے طور پر برتا گیا اور جن سے تدوین اور تحقیق کے عمل میں براہ راست یا بالواسطہ مدد لی گئی۔ ان تمام کتابوں کو مصنف کے نام یا کتابوں کے نام کے پیش نظر حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیا جاتا ہے۔ کتابیات اگر طویل ہوں تو اس کو مختلف حصوں میں تقسیم کر لیا جاتا ہے مثلاً زبان اور نوعیت کے لحاظ سے۔ اردو، فارسی، انگریزی کتابیات کو علیحدہ عنوانات کے تحت درج کیا جاتا ہے۔ مخطوطات، مطبوعات، رسائل، انسائیکلوپیڈیاز، ڈکشنریوں کو علیحدہ درج کر دیا جاتا ہے۔ موضوعات، مضامین اور اصناف کے لحاظ سے بھی فہرست بندی کر سکتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ محقق و مدون کو ترتیب دینے اور قاری کو مطالعے میں آسانی ہو۔

کتابیات کا بنیادی مقصد قاری کو ان ماٰخذ، مصادر اور اسناد کے متعلق معلومات دینا ہے جس پر مدون اور محقق نے اپنے عمل کی بنیاد رکھی اور جن سے استفادہ اور رہنمائی حاصل کی۔ ان میں وہ کتب بھی شامل ہوتی ہیں جن کا دورانِ تدوین حوالہ دیا گیا ہو اور وہ بھی جن سے مدد حاصل کی گئی ہو۔ اس ضمن میں کتابیات درج کرنے کے کئی طریقے رائج ہیں۔ عموماً پہلے کتاب کے مصنف کا نام دیا جاتا ہے، پھر کتاب کا نام اور جلد (اگر ایک سے زائد جلدیں ہوں)، ایڈیشن، پھر مقامِ اشاعت، ناشر کا نام، سنہ اشاعت وغیرہ۔

مصنفین کے ناموں کے اندراج کے بارے میں اردو میں کافی خلط مبحث ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو علما انگریزی سے متاثر ہیں وہ اصرار کرتے ہیں کہ پہلے سر نیم یعنی خاندانی یعنی نام کا آخری حصہ دیا جائے اور پھر پہلا نام یا اصل نام جبکہ پاکستان و ہندوستان میں اور اردو میں سر نیم کی روایت ہی نہیں ہے۔ مغرب میں خصوصاً انگریزی میں سر نیم قانونی اور معاشرتی تقاضے کے طور پر لوگوں کے نام کا لازمی حصہ ہے اور لوگ اسی سے پہچانے جاتے ہیں جب کہ ہمارے یہاں اس کا رواج بہت کم ہے اور قانونی طور پر اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اکثر بڑے ادیبوں اور علما کے نام کے ساتھ کوئی سر نیم نہیں ہوتا۔ ہاں نسبتی نام کبھی کبھار استعمال ہوتا ہے مثلاً محمد اقبال، مالک رام، غلام حسین، سید عبداللہ، مولوی عبدالحق۔ ان کے ساتھ کوئی سر نیم نہیں، اس لیے یہ فارمولا اردو میں نہیں چل سکتا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ نام جس سے ادیب اور شاعر بالعموم موسوم ہو اس کو استعمال کرنا چاہیے ورنہ مکمل نام کو قدرتی ترتیب سے لکھنا چاہیے۔

کتابیات کو عموماً متن کے آخر میں حوالہ جات کے بعد اور اشاریہ سے پہلے درج کیا جاتا ہے۔

اصطلاح: کذا

تلفظ: کَ۔ذَا

لغوی معنی: اسی طرح سے، جیسے کہ ہے۔

اصطلاحی معنی: (۱) متن میں اگر کوئی لفظ سمجھ میں نہ آئے یا اس کا مفہوم واضح نہ ہو اور مدون بھی اس کی کوئی بازیافت نہ کر سکے تو اس لفظ کو اسی طرح لکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اوپر یا آگے بریکٹ میں کذا لکھ دیا جاتا ہے یعنی یہ اسی طرح سے ہے بعض اوقات سوالیہ نشان بھی ڈال دیا جاتا ہے۔
(2) متن کی نقل حرفی کرتے وقت یا اقتباس دیتے وقت کسی لفظ یا عبارت کو جو غلط دی گئی ہو یا مدون کے خیال میں غلط ہو، ہو بہو درج کر دیا جاتا ہے لیکن اس کے اوپر یا آخر میں بریکٹ میں کذا لکھ دیا جاتا ہے۔ یعنی یہ ماٰخذ میں ایسے ہی ہے۔

تشریح:

''کذا'' اردو میں ''Sic'' کا مترادف ہے۔ مخطوطات اکثر اوقات بہت پرانے ہوتے ہیں۔ ان کے اکثر حصے وقت کے ساتھ ساتھ انحطاط پذیر ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات رسم الخط بدل جاتا ہے، املا میں تبدیلی ہو جاتی ہے، بسا اوقات الفاظ کے معانی بدل جاتے ہیں، بہت سے الفاظ غیر مروج ہو جاتے ہیں، متروک ہو کر استعمال سے خارج ہو جاتے ہیں۔ کوشش کے باوجود محقق اور مدون ان کی درست قرأت نہیں کر سکتا لہٰذا اس صورت میں مدون اس لفظ کو اسی طرح درج کر دیتا ہے جس

طرح وہ اصل یا اساسی متن میں ہے لیکن اس کے بعد بریکٹ میں یا اس کے اوپر 'کذا'
لکھ دیتا ہے یعنی کہ یہ اسی طرح درج کر دیا گیا ہے جیسے اصل میں ہے۔

علاوہ ازیں کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ محقق یا مدون کسی دوسرے کے
اقتباس کو حوالے کے طور پر درج کرتا ہے لیکن اس عبارت میں اس کے نزدیک زبان،
روزمرہ یا محاورہ کی کوئی غلطی ہو یا حقائق سے اس کو اختلاف ہو تو اس طرف توجہ دلانے
اور خود کو بری الذمہ ظاہر کرنے کے لیے وہ اس کے اوپر یا بعد میں بریکٹ میں ''کذا''
لکھ دیتا ہے یعنی کہ جیسا ہے ویسا ہی درج کیا گیا ہے۔

اصطلاح: کشکول

تلفظ: کَش کُ وْل

لغوی معنی: بھیک کا برتن، زنبیل

اصطلاحی معنی: ایسی بیاض جس میں دوسرے لوگوں، شعرا/مصنفین کے شعر، غزلیں، نظمیں اور نظم ونثر کی چیزیں لکھ لی گئی ہوں۔ (نیز دیکھیے بیاض، جنگ)

تشریح:

''کشکول'' بھی بیاض کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔'بیاض' ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد کے ادبی ذوق کی ایک اہم روایت ہے، شعروادب کا ذوق تعلیم یافتہ شخص کی ایک اہم خصوصیت تھی۔ عام لوگ 'بیاض' رکھنے کا اہتمام کرتے اور اس میں اپنے پسندیدہ اشعار اور کبھی کبھی نثر پارے بھی درج کرتے، ایسی ہی بڑے سائز کی بیاض کو 'کشکول' کہا جاتا تھا۔ یعنی ایسا برتن جس میں دوسروں سے لے کر کوئی چیز، اس صورت میں محاورۂ اشعار ڈالے گئے ہوں، اگر اس کا سائز زیادہ بڑا ہوتا تو اس کو ''جنگ'' کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں ''بیاض'' کی بڑی شکلیں تھیں۔

اصطلاح: کلیات

تلفظ: کُ ل ل ی ات

لغوی معنی: کل / کلیہ کی جمع، تمام، کُلی، مکمل، مجموعہ کلام

اصطلاحی معنی: مراد شاعر یا مصنف کا تمام کلام۔ عموماً یہ اصطلاح نظم کے لیے ہے۔ ایسا متن جس میں شاعر کا تمام کلام شامل ہو۔ اب یہ نثر کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔

تشریح: اردو شاعری کی روایت میں شاعر اپنے غزلوں کے دیوان ترتیب دیتے تھے جس میں قطعات، رباعیات، قصیدے اور مختصر مثنویاں بھی شامل کر لی جاتی تھیں لیکن طویل مثنویاں اور دیگر منظوم قصے کہانیاں اور طویل نظمیں علیحدہ مخطوطات کی صورت میں ہوتی تھیں۔ اکثر شعرا اپنی عمر میں کئی کئی دیوان مرتب کرتے تھے۔ ان کے اس تمام کلام کے لیے کلیات کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ جس سے مراد کسی شاعر کا تمام کلام ہے۔ بنیادی طور پر یہ اصطلاح شاعری کے لیے استعمال ہوتی ہے لیکن اب اس سے نثری مجموعہ جات بھی مراد لیے جاتے ہیں۔

اصطلاح: **گلدستہ**

تلفظ: گ ل د س ت ہ

لغوی معنی: پھولوں کا گچھا جو خوبصورتی اور فن کاری سے باندھا گیا ہو۔

اصطلاحی معنی: غزلوں کا رسالہ یا مجموعہ، شاعری کی کتاب/ بیاض
عموماً ایسی بیاض جس میں صاحب بیاض نے نہایت احتیاط سے اشعار، غزلیں وغیرہ درج کی ہوں۔ ان کو عموماً کسی ایک موضوع، مضمون یا کسی ایسی ہی نسبت سے اکٹھا کیا جاتا تھا۔ ایسے مجموعے یا بیاض میں شاعر کے حالات درج نہیں ہوتے تھے۔ (دیکھیے بیاض)

تشریح:

گلدستہ بھی 'بیاض' کے سلسلے کی ایک روایت ہے۔ اسلامی ہند میں 'بیاض' کی روایت ایک تہذیبی روایت تھی جس نے کئی رنگ اختیار کیے، جنگ اور کشکول کے علاوہ 'گلدستہ' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ 'گلدستہ' ایسی بیاض کا نام تھا جس کو صاحب ذوق لوگ نہایت خوبصورتی اور اہتمام سے تیار کرتے تھے اور اس میں مختلف شاعروں کا کلام درج کیا جاتا تھا۔ اس کلام کے درج کرنے کے بہت سے طریقے تھے، بعض اوقات زمین کی نسبت سے، قافیہ وردیف کے لحاظ سے، موضوعات کے لحاظ سے، مثلاً محبوب کے سراپا کے متعلق مختلف شاعروں کے اشعار، محبوب کے چشم

ولب کے متعلق اشعار، قد و قامت کے بیان میں غزلیں/اشعار۔ غرض جس کو جو موضوع پسند آیا اسی کے متعلق اشعار کو جمع کیا جاتا اور اس طرح اپنے ذوق کی تسکین اور لطفِ طبع کا سامان فراہم کیا جاتا، محفلوں میں پڑھا جاتا اور باذوق لوگوں کو سنا کر اور دکھا کر داد لی جاتی۔

اصطلاح: لاادری

تلفظ: لَا اَدْرِیْ

لغوی معنی: لاعلم، کلمۂ انکار، مجھے علم نہیں۔

اصطلاحی معنی: ایسے اشعار/کلام یا متن پر لکھا جاتا ہے جس کے مصنف/شاعر کا علم نہ ہو۔

تشریح:

بیاض اور دیگر مخطوطات میں درج اشعار کے ساتھ ان کے شاعر کا نام عموماً درج کیا جاتا تھا لیکن اکثر اوقات ایسے بہت سے شعر رواج پاتے تھے اور مقبول ہو جاتے تھے جن کے شاعر کا نام یا تو پتہ نہ ہوتا تھا یا لوگ بھول جاتے تھے لہٰذا بیاض میں لکھتے وقت ایسے شعر یا نظم پر شاعر کے نام کے بجائے 'لاادری' لکھ دیا جاتا تھا کہ کاتب کو اس کے شاعر کے نام کا علم نہیں ہے۔ اگر اپنی تحقیق سے محقق یا مدون کسی تحریر کے مصنف یا نظم، غزل کے شاعر کا سراغ لگا سکے تو بہت بہتر ورنہ پھر اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اسے اس پر 'لاادری' لکھنا چاہیے۔

اصطلاح: لاعلم

تلفظ: لا ع ل م

لغوی معنی: بے خبر، ناواقف، مجھے علم نہیں۔

اصطلاحی معنی: ایسے شعر، نظم، غزل یا عبارت سے پہلے لکھا جاتا ہے جس کے شاعر/مصنف کا علم نہ ہو۔

تشریح:

'لاعلم' بھی 'لاادری' کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس شعر، کلام یا تحریر سے پہلے یا بعد میں لکھا جاتا ہے جس کے مصنف، شاعر یا لکھنے والے کا علم نہ ہو۔ بیاض اور دوسرے مخطوطات میں اس کو ان اشعار پر لکھا جاتا تھا جن کے شاعر کا نام معلوم نہ ہوتا تھا۔ مرتب، مدون اور محقق بھی اس کو اس کلام، شعر/اشعار اور تحریر کے لیے استعمال کرتے جن کے مصنف کا علم نہ ہو سکے۔

اصطلاح: لوح

تلفظ: ل وْ ح

لغوی معنی: تختی، تختہ، پتھر، زمین،

اصطلاحی معنی: مخطوطہ یا کتاب کا سرورق، پہلا صفحہ۔
پہلے صفحے یا سرورق پر لکھی ہوئی عبارت۔
پتھر/دھات/لکڑی وغیرہ کی تختی/تختہ۔جس پر کوئی عبارت کندہ/تحریر ہو۔

تشریح:

''مخطوطات'' کو مصنف یا شاعر بڑے اہتمام سے تیار کرواتے تھے۔ چھاپہ خانہ سے پہلے مخطوطہ ہی شاعر یا مصنف کی کُل کائنات تھا۔کئی دفعہ ان کا مقصد یا ارادہ اپنی اس تصنیف یا دیوان کو بادشاہ یا نواب یا کسی اور باذوق صاحب استطاعت کو پیش کرنا ہوتا تھا تا کہ اس کی خوشنودی اور انعام واکرام حاصل کیا جائے۔وہ اس کے لیے بڑے ہی احتیاط کے ساتھ نسخہ تیار کرواتے ،عموماً مشہور خوش نویس کاتب کا بندوبست کیا جاتا ،اچھا کاغذ مہیا کیا جاتا اور سب سے بڑھ کر اس کا سرورق بہت ہی اہتمام سے تیار کیا جاتا کیونکہ سرورق ہی سب سے پہلے نظر آتا تھا۔اس پر اکثر سونے کا کام کیا جاتا اور نقش نگار بنائے جاتے ، اصطلاح میں سرورق کو''لوح'' کہا جاتا ہے۔کسی بھی مخطوطے کے بیان میں اس کی''لوح'' کی تفصیل اہم ہے۔لوح پر کتاب/دیوان کا نام اور شاعر و مصنف کا نام درج ہوتا ،جس سے پہلے عموماً خدائے تعالیٰ کا نام اور اسمائے صفات کے بیان سے آغاز ہوتا۔جس ممدوح کو پیش کرنا مقصود

ہوتا اس کا نام اور اس کے لیے کلمات مدح وستائش درج ہوتے۔ مخطوطات کی الواح کے تجزیہ ومعائنہ سے ان کی کتابت اور قدامت کے متعلق عموماً بہت اہم معلومات فراہم ہوتی ہیں۔

اصطلاح: لہٗ

تلفظ: ل ہٗ

لغوی معنی: اس کا، اس کی، اس کے واسطے،

اصطلاحی معنی: بیاض میں شعر درج کرتے وقت ایک ہی شاعر کے اشعار پر شاعر کا ہر دفعہ نام لکھنے کی بجائے "لہٗ " بھی لکھ دیا جاتا تھا یعنی یہ بھی اس کا کلام ہے۔ دیکھیے "ولہٗ " اور "منہٗ "

تشریح:

بیاض، گل دستے اور جنگ وغیرہ میں اور بسا اوقات تذکروں میں اکثر ایک شاعر کے بہت سے شعر لکھے جاتے تھے۔ جب ایک شاعر کے شعر یکے بعد دیگرے آتے تو پہلی دفعہ تو اس کا نام/تخلص وغیرہ لکھا جاتا لیکن ہر دفعہ شاعر کا نام اور تخلص وغیرہ لکھنے کے بجائے ان کی جگہ "لہٗ " لکھ دیا جاتا تھا۔ یعنی یہ شعر اور کلام بھی اسی شاعر کا ہے۔ اس کے لیے "ولہ " اور "منہ" بھی استعمال کیا جاتا تھا کہ یہ شعر بھی اسی شاعر کے ہیں جس کا نام اوپر دیا گیا ہے۔ حوالہ جات میں اور حواشی میں عموماً ایضاً لکھا جاتا ہے جس کا مفہوم ذرا وسیع ہے کہ یہ حوالہ بھی اسی مصنف، کتاب وغیرہ کا ہے جس کی جملہ تفصیل پہلی دفعہ دی گئی ہے۔ اگر اس امتیاز کو ملحوظ رکھا جائے تو بہتر ہے۔

اصطلاح: **مآخذ**

تلفظ: مَ اخ ذْ

لغوی معنی: اخذ کرنے کی جگہ، جگہ جہاں سے چیز لی جائے، جگہ جہاں سے کوئی چیز نکلے، منبع، نکاس، چشمہ، اصل، بنیاد، جڑ،

اصطلاحی معنی: ان تمام کتب، رسائل اور ذرائع کی فہرست/ نام جس سے کسی متن کو حاصل کیا جائے۔

کتابوں اور مضامین اور حوالوں کی فہرست۔

کسی ادیب کے بارے میں لکھی گئی تمام کتابوں اور مضامین وغیرہ کی فہرست۔

لائبریریوں اور کتب خانوں کی فہرستیں وغیرہ، کتابیات

تشریح:

مآخذ کے لفظی معنی ہیں جہاں سے کوئی چیز نکلے یا جہاں سے کوئی چیز لی جائے۔ تدوینِ متن میں اس اصطلاح کو بہت وسیع معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے وہ تمام مواد مراد لیا جاتا ہے جس پر تدوینِ متن کی بنیاد رکھی جائے اور وہ مواد بھی جس سے متن کی اصلاح و درستی کے کام میں مدد لی جائے لہٰذا ان کو اولین یا بنیادی اور ثانوی مآخذ میں بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔ اولین میں تمام وہ تحریریں، مسودات، مخطوطات وغیرہ شامل ہوتے ہیں جن پر متن کی بنیاد رکھی جاتی ہے یعنی مصنف کے ہاتھ کی تحریریں اور اس کی خود تیار کروائی گئی تحریریں۔ باقی تمام کو ثانوی مآخذ قرار دیا

جاتا ہے۔ ماخذ کو طباعت کے لحاظ سے مطبوعہ اور خطی ماخذ میں بھی تقسیم کرتے ہیں اور ذرائع کے لحاظ سے سمعی و بصری مواد میں بھی۔ بعض علما اسے مزید حصوں میں تقسیم کرتے ہیں لیکن اس سے صرف خلط مبحث پیدا ہوتا ہے۔

وہ قلمی نسخے جو مصنف کے اپنے خطی نسخے ہوں اساسی/بنیادی ماخذ میں پہلا درجہ رکھتے ہیں کیونکہ مصنف کی تحریر اور روایت تک پہنچنے کا سب سے مستند ذریعہ یہی نسخے ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد ان نسخوں کا درجہ ہے جو مصنف کی نگرانی میں تیار کیے گئے ہوں، اس کی نظر سے گزر چکے ہوں اور اس کی مہر اور اس کے ہاتھ کی اصلاحات و اضافات سے مزین ہوں۔ ثانوی ماخذ میں دیگر تمام تحریریں اور ذرائع آتے ہیں جن کو تصحیح و تدوینِ متن میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ماخذ کے لیے بعض اوقات ''مصادر'' اور ''اسناد'' کی اصطلاحیں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔

اصطلاح: **ماخذی نسخہ**

تلفظ: مَ اخ ذی   نُ س خَہ

لغوی معنی: اساسی نسخہ

اصطلاحی معنی: متن کے مختلف نسخوں میں سے ایسا نسخہ جس کی بنیاد پر درست متن تیار کیا جائے، اس کو "اساسی" نسخہ بھی کہتے ہیں۔ اس کا انتخاب تدوین کے عمل کا اہم ترین پہلو ہے۔

تشریح:

تدوینِ متن کے لیے عموماً دو طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ایک کو اساسی طریقہ کہتے ہیں اور دوسرے کو انتخابی طریقہ۔ اساسی طریقے میں مدون سب سے پہلے تمام بنیادی ماخذ کا جائزہ لیتا ہے اور ان تمام میں سے سب سے قدیم، قابل اعتماد اور مستند نسخہ انتخاب کرتا ہے۔ اس نسخے کو اساسی یا ماخذی نسخہ کہا جاتا ہے۔ مدون اس نسخے کو اپنی تدوین کی بنیاد بناتا ہے۔ متن میں صرف وہی نسخہ دیا جاتا ہے، دوسرے نسخوں سے اختلافات کو حواشی میں درج کیا جاتا ہے۔ ماخذی یا اساسی نسخہ عموماً ایسا نسخہ ہوتا ہے جسے مصنف نے خود تیار کیا ہو، خود تیار کروایا ہو، اس پر نظر ثانی کی ہو اس پر اس کی مہر یا دستخط ثبت ہوں، اگر ایسا نسخہ میسر نہ ہو تو عموماً وہ ایسا نسخہ ہوتا ہے جسے مصنف کے شاگرد یا کسی اور شخص نے تیار کروایا ہو جس کی کوئی سند موجود ہو اور قدامت میں وہ مصنف کے عہد کے قریب ترین ہو۔

انتخابی طریقے میں مدون تمام مستند اور قابل اعتبار نسخوں کو سامنے رکھ کر ان

کی مدد سے تدوین کرتا ہے اس طرح جو نسخہ تیار ہوتا ہے وہ سب نسخوں میں سے قابل اعتبار متن چن کر اس سے تیار ہوتا ہے۔ یہ دراصل مدون کا نسخہ ہوتا ہے، وہ تمام دلائل ، اختلافات اور وجوہات کو حواشی میں درج کرتا ہے۔

دونوں طریقوں کے اپنے اپنے فائدے اور نقصانات ہیں۔ کچھ علما ایک طریقے کو اور کچھ دوسرے طریقے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اصل میں اس بات کا فیصلہ تمام ماخذ کا جائزہ لینے کے بعد کیا جانا چاہیے کہ کیا طریقہ استعمال کیا جائے۔ پیش نظر یہ اصول رہے کہ مدون منشائے مصنف کے مطابق انشائے مصنف کی بازیافت چاہتا ہے۔

اصطلاح: **مبیضہ**

تلفظ: مُ بَ یْ یَ ضَ ہْ

لغوی معنی: سفید کیا ہوا، سفید

اصطلاحی معنی: مسودہ کو صاف کر کے لکھنا، صاف تحریر،
صاف تحریر جو طباعت کے لیے تیار ہو۔

تشریح:

تحقیق و تدوینِ متن ایک مشکل، صبر آزما اور انتہائی توجہ طلب کام ہے جس کو باقاعدہ ایک منصوبہ بنا کر پہلے سے متعین طریقے کے مطابق سرانجام دینا پڑتا ہے۔ تدوین اور تحقیق میں تخلیق کے برعکس تخیل کی جولانیوں کی گنجائش نہیں ہوتی بلکہ علمی روشنی اور دانش و تجربہ کی راہنمائی ہر قدم پر ضروری ہوتی ہے۔ بہت سے ماخذ دیکھنا پڑتے ہیں، بہت سے مختلف اور متضاد اسناد کو چھانٹ پرکھ کر ان سے مناسب ترین کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ حوالہ جات ریکارڈ پر لانا ہوتے ہیں۔ اس طرح سے یہ سست رو اور صبر آزما مشقت انجام دی جاتی ہے۔ ایک جوہری کے کام کی طرح کہ نگینے ڈھونڈنے بھی ہیں اور پرکھنے بھی ہیں اور پھر ان کا جڑاؤ کرنا ہے اور اس تمام عمل کا ثبوت اور ریکارڈ بھی رکھنا اور مہیا کرنا ہے۔ اسی طرح محقق و مدون زیرِ ترتیب متن کو احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں۔ ان کی پہلی تحریر کو ''مسودہ'' کہا جاتا ہے۔ معنی ہیں ''سیاہ کیا ہوا''۔ اس کے بعد وہ اس پر کئی دفعہ نظرِ ثانی کرتے ہیں اور آخر کار اپنی تحریر کو اس

شکل میں لاتے ہیں جس میں وہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ مسودہ کی ضروری تصحیح و ترمیم، اصلاح و اضافے کے بعد اس کی صاف نقل تیار ہوتی ہے اس کو "مبیضہ" کہتے ہیں یعنی "سفید کیا ہوا"۔

اصطلاح: متداول

تلفظ: مُ تَ دَا وَل

لغوی معنی: ہاتھ میں/ ہاتھوں ہاتھ پھری ہوئی چیز، مروج، ہاتھوں میں پھرنے والی چیز، دست بدست پہنچی ہوئی،

اصطلاحی معنی: وہ "متن" جو رائج ہو

تشریح:

کچھ متون ایسے ہوتے ہیں جو رائج ہو جاتے ہیں۔ عام لوگوں میں مقبول ہوتے ہیں اور پڑھے جاتے ہیں جبکہ کچھ متون چند وجوہات کی وجہ سے رائج نہیں ہو پاتے۔ ایسے متون جو مروج ہوں اور عام طور پر دستیاب ہوں ان کو "متداول" کہا جاتا ہے۔ "دیوانِ غالب" کلامِ غالب کا "متداول" حصہ ہے جو رائج ہے جبکہ ان کا بہت سا کلام موجود ہے جو رائج نہ ہو سکا۔ اس طرح جو کلام شاعر منتخب کر کے اپنے دیوان میں شامل کرتے ہیں جو عام لوگوں اور قارئین کے لیے ہوتا ہے اسے متداول کہتے ہیں لیکن وہ حصہ جسے شاعر منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے اپنے کلام میں شامل نہیں کرتے اس کو غیر متداول یا باقیات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اصطلاح: متن

تلفظ: مَ تْ نْ

لغوی معنی: مصنف کے اصل الفاظ، کتاب کی اصل عبارت، کتاب کے صفحہ پر حوض کی عبارت، کتاب، کپڑے یا سڑک کا بیچ کا حصہ، درمیان، کمر، پشت، دو ستونوں کا درمیانی حصہ

اصطلاحی معنی: کسی ایسی زبان میں لکھی گئی تحریر یا دستاویز جس سے محقق یا مدون واقف ہے، جسے وہ سمجھتا ہے اور جسے وہ ترتیب دینا یا اس کی تدوین کرنا چاہتا ہے۔ مصنف/شاعر کی اپنی اصل عبارت/تحریر۔

تشریح:

''متن'' کی تعریف میں علما میں اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف محض لفظوں کے معانی اور مفاہیم پر ہے ورنہ تمام اہل تحقیق سمجھتے ہیں کہ ''متن سے مراد منشائے مصنف کے مطابق لکھی گئی انشائے مصنف ہے''یعنی کسی بھی مصنف یا شاعر یا کاتب کی وہ تحریر جو اس نے لکھی تھی اور جس کو لکھنا اس کا منشا تھا۔ ایسی تحریر مطبوعہ بھی ہو سکتی ہے اور غیر مطبوعہ بھی، دو دھات، پتھر، لکڑی، مٹی کے ٹکڑوں، چمڑے، چٹانوں کسی بھی سطح پر تحریر ہو سکتی ہے۔ متن نظم بھی ہو سکتا ہے اور نثر بھی، یہ قدیم بھی ہو سکتا ہے اور جدید بھی، کچھ متون املائی ہوتے ہیں یعنی خود مصنف نے نہیں لکھے ہوتے بلکہ لکھوائے ہوتے ہیں۔ ملفوظات اور محاضرات اس ضمن میں آتے ہیں۔ احادیث بھی املائی متن کے ضمن میں آتی ہیں کہ ان کو سن کر لکھا گیا اور محفوظ کیا گیا۔ آج کل سمعی اور بصری

متون بھی ہو سکتے ہیں یعنی جو ریکارڈ ہوں یا جن کی فوٹو گرافی کی گئی ہو، غرض متن کے ضمن میں ہر طرح کی تحریریں آتی ہیں۔

''متن'' میں گردشِ زمانہ، بار بار کتابت، طباعت اور دیگر حالات کے باعث تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں اس لیے ''مدونِ متن'' ان کو دوبارہ جمع کر کے ان کی تدوین کرتا ہے اور ان کو دوبارہ منشائے مصنف کے مطابق بحال کرتا ہے۔

اس عمل کو سمجھنے کے لیے قرآن کریم اور احادیث کی مثال سب سے بہتر اور دلچسپ ہے۔ قرآن کریم کا متن شروع میں بہت سی جدا اور علیحدہ علیحدہ جگہوں میں محفوظ تھا، کاغذ کے علاوہ چمڑے کے ٹکڑوں، پتھر کی سلوں، کھجور کے پتوں، لکڑی کے تختوں، درختوں کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کے حافظوں اور ان کے سینوں میں محفوظ تھا، پھر اس کو نہایت ہی محنت اور دقتِ نظر سے جمع کر کے مدون کیا گیا تا کہ یہ تمام زمانے کے لیے محفوظ ہو جائے، اسی طرح احادیث، یعنی رسول کریم کا قول بھی مختلف لوگوں اور مختلف روایتوں سے جمع کر کے اس کی تدوین کی گئی اور راویوں کی ثقاہت، صلابت اور صداقتِ فکر و یادداشت کے مطابق ان کی درجہ بندی کی گئی اور ان کو حتی الامکان اپنی اصلی شکل میں لانے کی کوشش کی گئی۔ علمی متون کی تدوین کا بھی یہی راستہ اور طریقہ ہے لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ متن تحریر ہے یا وہ کلام جسے تحریر میں مبدل کیا جا سکتا ہے لیکن متن وہ اسی وقت کہلائے گا جب وہ تحریری شکل میں آشکار ہوگا۔

اصطلاح: **متنی تنقید**

تلفظ: مَ ت نِ ی تَن ق ی د

لغوی معنی: متن سے متعلق یا متن پر تنقید

اصطلاحی معنی: انگریزی اصطلاح Textual Criticism کا اردو ترجمہ

تشریح:

''متنی تنقید'' کی اصطلاح ڈاکٹر خلیق انجم نے ''تدوینِ متن'' کے لیے استعمال کی ہے۔ متنی تنقید ان کی اس کتاب کا نام ہے جو انھوں نے اس موضوع پر لکھی اور پہلی دفعہ 1967ء میں شائع ہوئی۔ یہ اس موضوع پر اردو میں پہلی کتاب تھی۔ انھوں نے تدوینِ متن کے اصولوں کو متعین کرنے کے لیے انگریزی ذرائع اور کتابوں پر بھروسہ کیا تھا اور چونکہ انگریزی میں اس علم وفن کے لیے Textual Criticism کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے انھوں نے اس کو اردو میں بھی استعمال کیا۔ اس میں انھوں نے کاترے کی کتاب کا تتبع کیا جس کا نام ہی An Introduction to Textual Criticism ہے اور اس کے کئی اصولوں کو اپنایا۔ تدوینِ متن کے کئی ماہر علما اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ ڈاکٹر تنویر علوی کا خیال ہے کہ اس علم وفن کے لیے ''ترتیبِ متن'' کی اصطلاح مناسب ہے اور انھوں نے اپنی کتاب کا نام ہی ''اصولِ تحقیق وترتیبِ متن'' رکھا ہے جبکہ ڈاکٹر گیان چند جین کا خیال ہے کہ اس کے لیے ''تدوینِ متن'' کی اصطلاح مناسب ہے۔ وہ اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ ایک تو اردو میں آغاز ہی سے ''تدوین'' کا لفظ اس علم وفن کے لیے

مستعمل ہے جس میں محقق اور مدون ''متن'' کو انشائے مصنف کے مطابق بحال کرتا ہے جبکہ ترتیب کا لفظ تمام ایسی تحریروں کے لیے استعمال ہوتا ہے جنھیں کوئی بھی شخص کسی ایک نقطہ نظر سے ترتیب دے دیتا ہے۔ مختلف رسالے کا مرتب، درسی کتب کا مرتب وغیرہ، تیسرے وہ علم جو ''مدون'' کے زیر استعمال ہے یعنی درست متن کی بحالی، وہ تنقید کے اس عمل سے بہت مختلف ہے جسے تشریح و تعبیر اور قدر بندی کہا جاتا ہے۔ اب تمام علما تقریباً اسی پر متفق ہیں کہ متن کو بحال کرنے کے علم وفن کو تدوین متن ہی کہا جائے۔

تدوینِ متن میں متنی تنقید کی اصطلاح کو محدود معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں اس سے مراد متن کی ظاہری اور داخلی خصوصیات کا بیان ہے۔ ظاہری خصوصیات سے مراد نسخے کی ظاہری ہیئت اور شکل وصورت کا بیان، آرائش اور تزئین یعنی اس کی جو سجاوٹ کی گئی ہو، اس کی تقطیع، مسطر، اوراق کی تعداد، خالی اوراق اور صفحوں کا بیان، کاغذ کی خصوصیات اور حالت، رسم الخط، کتابت، قلم، روشنائی کی خصوصیات، مُہریں اور ان کی تعداد اور ان کی تفصیل، دستخط، آغاز، خاتمہ، ترقیمہ کا بیان وغیرہ۔ کچھ لوگ کل الفاظ واشعار کی تعداد اور ورق بندی اور ترک کی تفصیلات بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔ اسی میں مخطوطے کی دریافت، ملکیت، محل وقوع یعنی لائبریری/ مالک کا نام پتہ شہر وغیرہ، اور کیٹلاگ نمبر، مطبوعہ نسخے کی صورت میں ناشر، طابع، مقام اشاعت، سنہ اشاعت وغیرہ۔ غرض وہ تمام تفصیل جو متن کے ظاہری کوائف میں شامل ہے، تنقید متن سمجھی جاتی ہے۔

داخلی کوائف کے ضمن میں نسخہ کے مشتملات، ابواب، شاعری کی صورت میں اصناف سخن کی تفصیل، کل اشعار کی تعداد، اصلاحات، حواشی کی تفصیل، منسوخ شدہ اشعار اور قلم زد اشعار کی تعداد اور متن کے متعلق دیگر تفصیلات درج کی جاتی

ہیں۔ بعض محقق سبب تالیف، زمانۂ تالیف، تاریخ کتابت، خاتمہ، ترقیمہ، تکملہ اور تتمہ کی تفصیل کو بھی اسی میں یعنی داخلی کوائف میں شامل کرتے ہیں اور ان کی معنویت کو اجاگر کر کے نسخے اور مخطوطے کی تفصیلات کے تعین کی کوشش کرتے ہیں۔

متنی تنقید حقائق تک محدود رہتی ہے۔ اس میں مخطوطے کے متن کا تنقیدی جائزہ اور قدر بندی شامل نہیں ہے۔ مدون خود کو نسخے اور مخطوطے کے داخلی و خارجی حقائق تک محدود رکھتا ہے اور ان سے نتائج اخذ کرتا ہے۔

اصطلاح: مُجَلّا

تلفظ: مُ جَ لْ لا

لغوی معنی: جلا کیا ہوا، چمکایا ہوا، صاف کیا ہوا، روشن، چمک دار،

اصطلاحی معنی: ایک متن جس کی لوح یا سرورق سجایا گیا ہو یا جس کے صفحہ/صفحات پر سجاوٹ ہو۔

تشریح:

مخطوطات کی تیاری ہندوستان میں اسلامی تہذیب اور کلچر کا اہم خاصا تھا، علم دوستی اور ذوقِ ادب کے باعث اکثر لوگ مخطوطات کو اہتمام سے تیار کروا کے اپنے پاس رکھتے تھے۔ پسندیدہ شعرا اور علما کا کلام اور تصانیف کو اچھے کاتب بھی نہایت خوب صورت طریقے سے تیار کرتے اور پھر صاحب ذوق اور صاحبانِ استطاعت کو پیش کرتے اور فروخت کرتے تھے۔ اہل علم اور اہل ذوق اپنی لائبریریوں میں ان کو محفوظ کرتے۔ بہت سے شاعر اور مصنف اپنے دیوان، کلام، قصیدوں اور تصانیف کو خود اہتمام سے تیار کراتے اور دوستوں اور مربی صاحبان کو پیش کرتے، ان مخطوطات کے لیے اچھا کاغذ منتخب کیا جاتا، اور ان کے حواشی اور متن کو رنگین جدولوں اور بیل بوٹوں سے سجایا جاتا۔ سرورق یا لوح پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی، اس کو سنہری اور رنگ دار بیل بوٹوں اور محرابوں سے سجایا جاتا، نقش و نگار بنائے جاتے اور نہایت ہی نفیس کتابت سے اس پر کتاب کا نام، شاعر و مصنف کا نام اور جن کو پیش کیا جانا مقصود ہوتا ان کا نام اور القابات تحریر کیے جاتے۔ اس طرح سے سجائے گئے مخطوطے کو مجلّا کہا جاتا ہے۔

اصطلاح: مجہول الاسم

تلفظ: مَ جْ ہُو لُ لْ اِس م

لغوی معنی: گمنام، نام نامعلوم

اصطلاحی معنی: ایسی کتاب، مخطوطہ یا متن جس کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو۔

تشریح:

مخطوطات میں عموماً پہلے صفحے پر مصنف کا نام درج ہوتا تھا۔ کئی دفعہ کثرتِ مطالعہ، کرم خوردگی، سالخوردگی وغیرہ سے پہلا صفحہ پھٹ جاتا، علیحدہ ہو جاتا یا مسخ ہو جاتا تو اس کے مصنف کا نام معلوم کرنا مشکل ہو جاتا، شاعروں کے دیوان کی صورت میں تو ان کے تخلص سے ان کا پتہ چل سکتا تھا لیکن تذکروں اور دوسری تحریروں میں ایسا ممکن نہ تھا۔ کئی دفعہ باذوق اصحاب مخطوطہ کے مخصوص صفحہ یا صفحات پر اپنی مہر ثبت کرتے تھے جو عموماً مخطوطہ کے نصف کے صفحہ پر ہوتی تھی اس مُہر کے ساتھ دستخط اور کبھی کبھی تاریخ بھی درج ہوتی۔ اس سے بھی مصنف کا پتہ چل جاتا لیکن یہ مہر عموماً مصنف سے زیادہ مالک کی ہوتی اور ملکیت کی تبدیلی کے ساتھ ایک سے زائد مہریں بھی دیکھی جا سکتی تھیں۔ یہ مہر اکثر اوقات آخری صفحہ پر ترقیمہ کے بعد بھی لگائی جاتی تھی۔ کبھی کبھار خاتمہ کی عبارت اور ترقیمہ سے بھی پتہ چل جاتا تھا لیکن اس صورت میں اگر مصنف نے خود تحریر کیا ہو ورنہ خاتمہ اور ترقیمہ عموماً کاتب کی عبارت ہوتا اور وہ مصنف کے بجائے اس ممدوح کا ذکر کرتا جس کی خواہش پر مخطوطہ تیار کیا گیا تھا۔ ان مخطوطات اور متون کو جن کے مصنف یا شاعر کا علم نہ ہو سکے مجہول الاسم کہا جاتا ہے۔ درست مصنف کا پتہ چلانا بھی "مدون" کے فن کی آزمائش ہے۔

اصطلاح: **محاسنِ متن**

تلفظ: مُ حَ اس ِن مَ تْ ن

لغوی معنی: حسن کی جمع، متنی محاسن، متن کی خوبیاں اوران کا بیان،

اصطلاحی معنی: کسی متن کے اسلوب کا خالص علمی نقطۂ نظر سے بیان، زبان و بیان کے حقائق، لسانی نقطۂ نظر سے متن کی خصوصیات پر بحث۔ اس کا متن کی ادبی تحسین سے تعلق نہیں۔

تشریح:

محاسنِ متن سے مراد ہے متن کی خوبیاں، اس میں زبان و بیان کی وہ خصوصیات بیان کی جاتی ہیں جن کا تعلق حقائق سے ہو۔ مدون میں اگرچہ تنقیدی صلاحیت بہت ضروری ہے جس کے مطابق وہ ادبی تحسین کر سکے یعنی پرکھ سکے لیکن یہ مدون کا اصل کام نہیں بلکہ نقاد کا کام ہے۔ یہاں پر داخلی پرکھ سے زیادہ خارجی حقائق کا بیان مراد ہے، زبان کے ارتقا پر نظر رکھنا اور اس لحاظ سے مخطوطے کی زبان کا جائزہ لینا، زبان و بیان، الفاظ و فقرات، اسلوب نگارش ان سب کا معائنہ کرنا اور حقائق پر رائے قائم کرنا محاسن کے بیان میں شامل ہے۔ مجموعہ کی زبان، تراکیب سازی، جملوں کی نشست و برخاست، لفظیات، حروف بندی، املائی خصوصیات، ان سب کو پرکھنا مدون کا اہم کام ہے۔ ہر دور میں الفاظ کا املا، تلفظ، معانی اور طریق استعمال بدل جاتا ہے۔ اس سفر میں قوافی، زبان اور موضوعات کا جائزہ بھی اس کی تدوین کا اہم دائرہ کار ہے۔

اصطلاح: محشّیٰ

تلفظ: مُ حَ ش شیٰ

لغوی معنی: حاشیہ چڑھایا ہوا، حاشیہ پر کچھ لکھا ہوا، کنارے پر کچھ لکھا ہوا۔

اصطلاحی معنی: ایسا متن، کتاب یا تحریر جس پر حاشیے لکھے گئے ہوں۔

(دیکھیے حواشی)

تشریح:

تنقیدِ متن کے ذیل میں مدون جب کسی کتاب یا نسخے کا بیان کرتے ہیں تو اس ترکیب یا اصطلاح کو استعمال کرتے ہیں۔ اس سے ان کی مراد ہوتی ہے کہ اس نسخے یا مخطوطے پر حواشی درج کیے گئے ہیں۔ حاشیہ نگاری ہماری ادبی تہذیب کی ایک اہم روایت ہے۔ خود مصنف اپنی کتاب پر حاشیے لکھتے تھے یعنی کتاب کے متن کے باہر خالی جگہ پر وہ ایسی معلومات درج کرتے تھے جن سے متن کے اندراجات کو سمجھنے میں آسانی ہوتی تھی۔ پڑھنے والے بھی پڑھنے کے دوران اپنی رائے یا نقطۂ نظر کو حاشیہ پر درج کرتے تھے۔ حاشیہ نگاری کا رواج اس حد تک تھا کہ ان حواشی پر علیحدہ حواشی لکھے جاتے تھے اور ان کو بعض اوقات علیحدہ کتاب کی صورت میں بھی لکھا جاتا تھا۔ محشّیٰ سے مراد ایسا نسخہ یا مخطوطہ ہے جس پر حاشیہ چڑھایا گیا ہو اور اور ''محشّی'' سے مراد وہ شخص تھا جس نے یہ حاشیہ لکھا یا چڑھایا ہو۔

اصطلاح: مختارات

تلفظ: مُ خ تَ ا رَا تْ

لغوی معنی: اختیار کیے ہوئے، جنہیں اختیار کیا جائے۔

اصطلاحی معنی: کسی مصنف، شاعر یا صاحب متن کے طرزِ تحریر اور الفاظ و املا کی وہ مخصوص شکل و صورت اور طریق استعمال جو مروج / عام قاعدہ اور طریقہ نہ ہو۔ مثلاً غالب کا 'خورشید' کو بغیر 'واؤ' کے 'خرشید' لکھنا۔

تشریح:

"مختارات" کی اصطلاح اشخاص سے متعلق ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ لکھنے والا اپنے مخصوص نقطہ نظر یا عادت کے باعث الفاظ، املا اور تحریر میں کوئی خاص شکل و صورت اور طرزِ نگارش اختیار کرتا تھا اس کی وجہ اُس کی عادت کے علاوہ اپنی انفرادیت کا اظہار کرنا بھی ہو سکتا تھا۔ بعض اوقات وہ یہ خیال کرتا تھا کہ یہی طریقہ درست ہے۔ بہر حال اُس کا یہ انداز ان کے عہد کے مروجہ طریقہ سے مختلف ہوتا تھا جیسے غالب کا اصرار تھا "خورشید" کو "واؤ" کے بغیر یعنی "خرشید" لکھنا چاہیے۔ ایسی تمام خصوصیات کو جو کسی ایک شخص سے متعلق ہوں ان کو "مختارات" کہا جاتا ہے۔ یہ صرف الفاظ تک ہی محدود نہیں، رسم الخط اور املا اور اس کے علاوہ صفحہ پر لکھنے کے طریقے سے بھی متعلق ہے۔ اس سے مخطوطہ شناس کو مدد ملتی ہے کہ وہ مسودے کی تصنیف، ملکیت وغیرہ کا تعین کر سکے۔

"مختارات" اور "اتفاقیوں" میں امتیاز کرنا ضروری ہے۔ "اتفاقیے" رسم

الخط اور املا وغیرہ کی وہ خصوصیات ہیں جو کسی عہد سے متعلق ہوں یعنی ان کا تمام عہد ہی اس دستور کا پابند ہو۔ ''اتفاقیے'' ایک عہد کو دوسرے عہد سے ممتاز کرتے ہیں جبکہ ''مختارات'' کا تعلق ''افراد'' سے ہے، وہ ایک فرد کو دوسرے افراد سے علیحدہ کرتے ہیں۔

اصطلاح: مخطوطہ، جمع مخطوطات

تلفظ: مَ،خ،طوطہ

لغوی معنی: قلمی نسخہ، غیر مطبوعہ

اصطلاحی معنی: ایسی کتاب اور متن جو ہاتھ سے لکھا ہوا ہو۔

تشریح:

چھاپہ خانہ کی ایجاد سے پہلے تمام کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں۔ان کو خود مصنفین بھی ہاتھ سے لکھتے تھے اور خوش نویس کاتب بھی کتابوں کی نقول تیار کرتے تھے۔صاحب ذوق اور صاحبانِ علم اہتمام سے مخطوطے/کتابیں تیار کرواتے اور ان کو اپنے مطالعے میں رکھتے خاص کر علمی اور دینی کتب اور شعرا کے دیوان وغیرہ کو تیار کروانے کی بڑی روایت تھی۔ان مخطوطات کو جمع کیا جاتا اور باقاعدہ لائبریریاں اور کتب خانے ترتیب دیے جاتے، ہمارے علمی وادبی ماضی سے متعلق ہمارا علمی سرمایہ انھی مخطوطات کا مرہون منت ہے۔ان مخطوطات میں ہر طرح کے علوم محفوظ ہوتے، تاریخ، سفرنامے، تذکرے، ملفوظات، صرف ونحو، قواعد، فصاحت و بلاغت، فلسفہ، لغت، بیاض، کشکول، گلدستے، رسائل، تراجم، احادیث وقرآن، دواوین، مثنویاں، ہر طرح کا علم وادب ان میں محفوظ ہوتا۔اب بھی بہت سے مخطوطات لائبریریوں اور ذاتی کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔بہت سے مخطوطے اس وقت یورپ خاص کر لندن، انڈیا آفس لائبریری اور فرانس کے میوزیم وغیرہ میں محفوظ ہیں اور ہمارے اپنے ماضی کے علوم اور ادب کے بہت سے خزانے ان میں موجود ہیں۔مخطوطہ شناس حضرات اور

مدونین ان میں سے اکثر کو مدون کر کے شائع کرتے رہتے ہیں۔ ''تدوین متن'' کا زیادہ تر علم و فن ان ہی مخطوطات کی قرأت، ان کی تدوین اور مناسب مقدمہ و حواشی کے ساتھ ان کی اشاعت پر منحصر ہے۔

اصطلاح: **مخطوطہ شناسی**

تلفظ: مَ خ طوطہ شناسی

لغوی معنی: مخطوطہ کو پہچاننا، مخطوطہ کو پہچاننے کا علم یا ہنر،

اصطلاحی معنی:

مخطوطہ کو پہچاننے کا علم۔ اس میں کاغذ، قلم، قط، رسم الخط اور اس کی عہد بہ عہد قسمیں/ شائل/ ترقی، حروفِ تہجی کا عہد بہ عہد استعمال، قواعد اور زبان کی عہد بہ عہد خصوصیات، تاریخی و معاشرتی عوامل۔ ان سب کا گہرا علم درکار ہوتا ہے۔ الحاقیوں اور مختارات سے شناسائی بھی اس کی ضرورت ہے۔

تشریح:

مخطوطہ شناسی، تدوینِ متن کے سلسلے کا ایک اہم فن ہے جس کے لیے مخصوص علم، تجربہ، روایت سے آگاہی اور اب جدید دور میں سائنسی ذرائع سے شناسائی بھی ضروری ہے۔ مخطوطات عموماً قدیم ہوتے ہیں، گردشِ زمانہ سے ان کے ظاہر و باطن میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہو جاتی ہیں کچھ مخطوطے مجہول الاسم ہوتے ہیں یعنی ان کے اوراق کے پھٹ جانے سے ان کے اصل نام، مصنفین، کاتب کے نام، سالِ تصنیف، مقامِ کتابت اور دیگر معلومات میسر نہیں ہوتیں۔ لہٰذا مخطوطہ شناس اپنے خصوصی علم اور مہارت سے مخطوطے کے داخلی شواہد و خصوصیات کی مدد سے ان کے کوائف کا اندازہ لگاتا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل عوامل کا علم ضروری ہے۔

کاغذ، اس کی قسموں اور بنانے کا طریقہ، روشنائی کے خواص کا علم، قلم، مسطر اور حوض و حاشیہ کی خصوصیات کا علم، املا، طرزِ تحریر، رسم الخط کا علم، مختارات اور اتفاقیوں کی تفصیل سے آگاہی، زبان، الفاظ، ان کے املا اور استعمال کی خصوصیات کا علم، علم لغت، علم بیان، صرف و نحو، عروض، قافیہ و ردیف اور اصناف شعر و ادب سے آگاہی، زمانے کی تاریخ، معاشرتی و معاشی پس منظر، اور ہر دور میں مروج دیگر زبانوں کے خواص سے آگاہی، یہ سب مخطوطہ شناسی کے علم کا حصہ ہیں۔ اس کے علاوہ مخطوطہ شناسی میں تجربہ اور قلمی نسخوں کی قرأت کی مشق بھی ضروری ہے۔ آج کل کے دور میں سائنس نے کچھ تکنیکی سہولیات بہم پہنچائی ہیں جن کی مدد سے کاغذ کی قدامت، روشنائی کے خواص وغیرہ کا صحیح زمانہ متعین کیا جا سکتا ہے۔ غرض تمام ظاہری، داخلی، سائنسی شواہد اور اپنے تجربے اور علم کی بنیاد پر مخطوطہ شناس کسی نسخے کا عہد، زمانہ، اس کے مصنف کا تعین وغیرہ کر سکتا ہے۔

اصطلاح: مُذَہَّب

تلفظ: مُ ذَوْ ہَ بْ

لغوی معنی: سونا چڑھا ہوا، سنہرا، سنہرا جھول چڑھا ہوا، سونے کا ملمع کی ہوئی چیز۔

اصطلاحی معنی: ایسا متن جس کے صفحات یا سرورق پر سونے کا ملمع ہو۔

تشریح:

چھاپہ خانہ سے پہلے سارا علم و ادب مخطوطات میں محفوظ تھا۔ یہ مخطوطات بڑے اہتمام سے تیار کرائے جاتے تھے اور ان کی نقاشی اور آرائش کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔ صاحبانِ اقتدار کو پیش کرنے کے لیے عمدہ کاغذ منتخب کیا جاتا تھا اور پھر اس پر نقش و نگار بنائے جاتے تھے۔ اکثر لوگ سنہری رنگ اور سونے کے کام سے جدول اور حاشیہ بنانے کا اہتمام کرتے خاص کر سرورق پر بہت توجہ دی جاتی، اس پر رنگوں اور سونے کا کام کروایا جاتا اور اس ملمع کاری کے بعد کتابت کروا کر اس کو پیش کیا جاتا۔ بعض اوقات روشنائی میں بھی یہی اہتمام کیا جاتا، ایسے مخطوطات جن پر سونے کا کام ہوا اور جن پر سونے کے پانی یا رنگ سے نقش و نگار بنائے گئے ہوں ان کو "مذہب" کہا جاتا ہے۔

اصطلاح: مرجح (متن)

تلفظ: مُ رَجْ جَ حْ

لغوی معنی: ترجیح دیا ہوا، ترجیح دیا گیا جیسے منتخب شدہ متن

اصطلاحی معنی: ایسا متن جو راجح ہو۔

ایسا متن جو مصنف نے خود منتخب کیا ہو۔

تشریح:

تحقیق و تدوینِ متن میں ایک صورت احوال عموماً پیش آتی ہے کہ کسی متن کے ایک سے زیادہ مخطوطے اور روایات ہوتی ہیں۔ اس سے مدون کو یہ طے کرنا ہوتا ہے کہ کس روایت کو زیادہ اہمیت دی جائے اور اسے اساسی یا ماخذی روایت قرار دے اور باقی روایتوں کو اختلاف نسخ کے طور پر حاشیہ میں درج کرے۔

مرجح متن سے مراد متن کی وہ روایت ہے جسے ترجیح دی جائے یعنی اس کو اساسی اور ماخذی نسخہ بنایا جائے۔ یہ عموماً قدیم ترین نسخہ ہوتا ہے جو مصنف کا دستخطی نسخہ ہو یا جسے مصنف نے اپنی نگرانی میں تیار کروایا ہو۔ متن کی صحیح اور درست روایت تک پہنچنے میں کسی بھی نسخے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا یا ثانوی درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ تمام نسخوں کا جائزہ لینا اور ان کا تقابلی مطالعہ کرنا لازم ہے لیکن کوئی ایک نسخہ جسے اساسی بنا لیا جاتا ہے اور اس کو متن میں درج کیا جاتا ہے، ایسے متن کو مرجح متن کہا جاتا ہے۔

بعض اوقات مصنف یا شاعر اپنا ایک متن منتخب کرتا ہے اور کسی دوسرے متن کو رد یا مسترد کر دیتا ہے۔ اس صورت میں اس کے منتخب متن کو "مرجح" متن کہا جاتا ہے اور جسے رد کر دیا گیا ہو اسے "غیر مرجح" یا "نظری متن" کہا جاتا ہے۔

اصطلاح: مسطر (جمع مساطیر)

تلفظ: مَ سْ طَ رْ

لغوی معنی: سطروں کی جگہ، سطریں،

اصطلاحی معنی: متن کے ہر صفحے پر سطروں کی تعداد اور سطروں کے متعلق تمام معلومات

تشریح:

مخطوطہ شناسی میں ''مسطر'' کا بیان خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ متن کے خارجی کوائف میں اس کو لازمی بیان کیا جاتا ہے۔ مخطوطہ نویسی کے لیے کاغذ کا انتخاب ایک اہم مرحلہ تھا اور پھر اس کاغذ کے اوراق پر جدول لگا کر حاشیہ اور حوض کو علیحدہ کیا جاتا تھا، حوض کے اندر مخصوص تعداد میں اور ایک منصوبے کے تحت مسطر کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ مسطر کی شناخت سے متن کی روایت کی ساخت اور پہچان میں بہت مدد حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا مدون، متن کے خارجی کوائف میں یہ بھی اندراج کرتا ہے کہ مخطوطہ کے ہر صفحہ پر کتنی سطریں ہیں۔ کیا یہ سطریں تمام صفحات پر ایک جیسی ہیں یا کم وبیش اور یہ کہ کل مخطوطہ کتنی سطروں پر مشتمل ہے۔ اگر سطریں لکھنے کے لیے کاغذ پر لکیریں لگائی گئی ہیں تو کس رنگ کی اور کس طرح کی ہیں۔ اگر نہیں تو کاتب نے کس انداز سے سطروں کا اہتمام کیا ہے۔

اصطلاح: مسکوکات (مسکوک کی جمع)

تلفظ: م س کو کات

لغوی معنی: ٹھپہ لگا ہوا، سکہ کیا ہوا، جس پر سکہ یا مہر لگی ہو، سرکاری چھاپ، مہر،

اصطلاحی معنی: ایسی تحریر، متن یا دستاویزات جس پر مہر یا سکہ لگا ہو، تصدیق شدہ تحریریں، سرکاری تحریریں۔

تشریح:

مخطوطات کی اہمیت اور انفرادیت کے پیش نظر ان کے کاتب، مصنف، مالک ان پر اپنی مخصوص مہر ثبت کرتے تھے، یہ مہر شروع، نصف اور آخر میں ہو سکتی تھی۔ اس سے مخطوطے کی قدامت اور ملکیت کا پتہ چل جاتا ہے، آج کل لائبریریاں اپنی کتابوں میں نصف پر یا کسی مخصوص صفحہ پر اپنی مہر ثبت کرتی ہیں۔ اس کا مقصد بھی ان کی شناخت اور ملکیت کا اظہار ہے۔ مخطوطات کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں مثلاً سرکاری دستاویز، احکامات، فرامین وغیرہ پر حکومت اور امرا و نوابین کی مہر ثبت کی جاتی تھی۔ یہ تمام بھی متون کی صورتیں ہیں اور اپنی تاریخی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان تمام متون کو جو مہر زدہ ہوں یعنی ان پر کسی کی مہر لگی ہو "مسکوکات" کہا جاتا ہے۔

اصطلاح: مسودہ

تلفظ: مُ س وْ دَہْ

لغوی معنی: سیاہ کیا ہوا، خام تحریر۔

اصطلاحی معنی: کسی متن یا کتاب کی پہلی تحریر
کسی تحریر کا نقشِ اول
عموماً ایسی تحریر/کتاب جو لکھی یا کمپوز ہو۔ جس کو طبع کرانا مقصود ہو، مسودہ کہا جاتا ہے۔

تشریح: محقق اور مدون مواد کی فراہمی اور ترتیب و تہذیب کے بعد لکھنے کا عمل شروع کرتا ہے۔ اس تحریر کرنے کو عموماً ''تسوید'' یعنی کالا کرنا کہا جاتا ہے۔ وہ اپنے نوٹس، مواد، مآخذ، اسانید اور ذرائع کے ذریعے اپنی ''متن'' کی پہلی تسوید مکمل کرتا ہے۔ اس پہلی تحریر کو ''مسودہ'' کہا جاتا ہے یعنی سیاہ کیا ہوا، یہ ابتدائی نقش ہوتا ہے جس میں بہت سے خلا رہ جاتے ہیں۔ پہلی تحریر کا مرحلہ نہایت ہی مشکل اور صبر طلب ہوتا ہے اس لیے کہ منتشر خیالات، ٹوٹے ہوئے سلسلے، مدون کے لیے بڑی آزمائش ہوتے ہیں لیکن اس کو یہ پہلا ''مسودہ'' جیسے بھی ہو مکمل کرنا چاہیے۔ اس کے بعد اس کی تصحیح، درستی، اصلاح و اضافہ، تغیر و تبدیلی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ عام طور پر پہلے مسودہ کے بعد دوسرا مسودہ تیار کیا جاتا ہے۔ اس طرح مسلسل اصلاح اور درستی کے عمل سے لے کر آخر کار محقق/مدون اس نتیجے پر پہنچتا ہے جس سے مطمئن ہے اور جسے وہ

پیش کرنا چاہتا ہے۔اس آخری تحریر کو "تبئیض" یعنی سفید کرنا کہتے ہیں اور اس طرح جو مسودہ تیار ہوتا ہے اس کو "مبیضہ" یعنی سفید کیا ہوا کہا جاتا ہے۔

اصطلاح: مصادر

تلفظ: مَ صَ ا دِرْ

لغوی معنی: مَصدَر کی جمع، نکلنے کی جگہ، مقدم رکھا ہوا، صادر کیا ہوا۔

اصطلاحی معنی: تمام ذرائع جن سے متن کو مکمل کیا جائے تمام کتابیں، مخطوطات، مضامین، حوالہ جات، وسیلہ ہائے معلومات۔

تشریح:

مدون اپنے متن کی تدوین کے دوران متن کی تمام روایتوں اور ذرائع سے مدد لیتا ہے اور اس طرح ایک ایسا متن تیار کرتا ہے جو اصل کے قریب ترین ہوتا ہے۔ ان تمام ذرائع اور وسیلوں کو جن سے مدون اپنی تدوین میں مدد لیتا ہے "مصادر" کہا جاتا ہے۔ اس میں تمام ماخذ، اسناد، حوالے شامل ہیں جو وہ استعمال کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسی کتابیں، مخطوطات، مضامین اور معلومات کے دوسرے وسیلے جن سے وہ استفادہ کرتا ہے وہ بھی شامل ہیں۔ غرض "مصادر" کی اصطلاح میں تدوین و تحقیق متن کے تمام ذرائع، وسیلے، واسطے، طریقے، کتابیں، رسالے، معلومات، لائبریریاں وغیرہ ہر چیز شامل ہے۔

اصطلاح: معارف (معارفِ متن)(متنی معارف)

تلفظ: مَ۔عَ۔ارِف

لغوی معنی: اہلِ علم و فضل، نامور لوگ، محکمہ تعلیم، شناسائی، آشنا، پہچاننے والا۔

اصطلاحی معنی: تمام متنی شواہد اور عصری معلومات جو کسی متن میں کسی دوسرے متن کے متعلق پائی جائیں۔

تمام تاریخی حقائق، سوانحی حصے، تمدنی ماحول وغیرہ۔

تشریح:

متن کو مرتب کرتے وقت اس میں درج معلومات کو دوسرے حوالوں سے جانچنے کی ضرورت بھی ہوتی ہے تاکہ ان کی صداقت اور درستی کا پتہ چلایا جا سکے۔ بعض اشخاص، اسما، مقامات، اشیا، واقعات و حالات وغیرہ کسی بھی عہد میں مشترک ہوتے ہیں لہٰذا اگر کسی ایک متن میں کسی دوسرے متن کے متعلق معلومات مل سکیں تو یہ یقین ہو سکتا ہے کہ وہ یقیناً اسی عہد میں لکھا گیا ہوگا۔ اسی طرح تمدنی ماحول، عبادات، مقدس مقامات، سکے، اجناس، جانور اور پرندے وغیرہ کا بیان بھی اس سلسلے میں کارآمد ہوتا ہے۔ کسی متن کی صحت اور درستی میں یہ تمام معلومات کارآمد ہوتی ہیں۔

اصطلاح: معرّیٰ، معرّا

تلفظ: مُ۔عَر۔را

لغوی معنی: برہنہ، ننگا، خالی، عریاں،

اصطلاحی معنی: ایک متن جو زیبائش اور آرائش سے خالی ہو، سادہ متن، ایسی تحریر یا دستاویز جس کے صفحات پر کوئی بناوٹ یا سجاوٹ نہ ہو۔

تشریح: قدیم مخطوطات کو صاحبانِ ذوق و علم اپنے ذوق کی تسکین اور علمی مشاغل کے لیے اہتمام سے تیار کرواتے تھے۔ ان کی لوح اور دیگر اوراق کو رنگین بیل بوٹوں اور دوسرے طریقوں سے مزین اور مُجلّا کیا جاتا تھا۔ اس تمام آرائش کا بیان کرنا تنقیدِ متن کا حصہ ہے لیکن بعض ایسے مخطوطات بھی ہوتے ہیں جن پر کسی قسم کی کوئی آرائش نہیں کی گئی۔ ان کو ''مُعَرّا'' یعنی خالی کہا جاتا ہے۔

اصطلاح: معروضی (معروضی حقائق) (معروضی مطالعہ)

تلفظ: مَ عْ رُوْ ضِ ی

لغوی معنی: خارجی، واقعی، Objective کا ترجمہ

اصطلاحی معنی: متن سے متعلق واقعی اور خارجی حقائق اور کوائف یعنی نسخے کی لمبائی، چوڑائی، اس کی تقطیع، مسطر، تعداد اوراق یا صفحات، خالی ورق/ صفحے (اگر ہوں)، کاغذ، قلم، روشنائی، رسم کتابت، تزئین، مہریں (اگر ہوں)، دستخط وغیرہ۔

تشریح:

معروضی حقائق کو ''خارجی'' خصوصیات بھی کہا جاتا ہے۔ معروضی یا خارجی خصوصیات وہ تمام حقائق اور معلومات ہیں جو کسی مخطوطے کے ظاہر یا خارج سے متعلق ہوں یعنی اس کی شکل وشباہت اور حالت کا بیان کہ کتنا پرانا ہے، میلا ہے، سیل زدہ ہے، کرم خوردہ ہے، پھر اس کی تقطیع یعنی اس کی لمبائی چوڑائی، اس کے سرورق کی حالت اور کیفیت اور جو اس پر تحریر ہے۔ اس کے بعد متن کے پہلے صفحے کی حالت، مسطر یعنی سطروں کا بیان، اوراق یا صفحات کی تعداد، اور ان پر سطروں کی تعداد، اگر خالی ورق یا صفحے ہوں تو ان کا بیان، کاغذ کی قسم اور حالت، روشنائی کی خصوصیات، رسم الخط کا بیان اور تفصیل، املا کا بیان اور تفصیل، کتابت کی حالت اور خوبیاں، صفحات اور سرورق پر آرائش وزیبائش کی تفصیل، آغاز اور ترقیمہ کا بیان، خاتمہ کا بیان، کاتب کا نام اور مقام کتابت وتاریخِ کتابت، مخطوطے پر جو مہریں لگی ہوں ان کی تفصیل اور ان کے متعلق

معلومات ، اگر اس پر دستخط ہوں تو ان کا بیان ، غرض وہ تمام حقائق اور خصوصیات جو مخطوطے کے ظاہر سے متعلق ہوں ان کا بیان معروضی حقائق میں کیا جاتا ہے۔

اصطلاح: منفرد متن

تلفظ: مُ ن ف رِ دْ ، مَ تْ ن

لغوی معنی: تنہا، اکیلا،

اصطلاحی معنی: ایسا متن جو ایک ہی وحدت ہو اور جو اپنی جدا اور فرد شکل میں بھی مکمل ہو جیسے کتبہ، خط، دستاویز، سکہ یا تختی۔

تشریح:

متن کی تعریف میں ایسی تحریریں شامل ہیں جن کو پڑھا جا سکے۔ قدیم متون ہمارے پاس صرف کاغذ پر تحریر کی شکل میں ہی نہیں تھے، اکثر اوقات متون تاریخی عمارات پر بھی لکھے ہوتے ہیں۔ سکوں پر بھی تحریریں ہوتی ہیں۔ عمارتوں اور قبروں پر کتبے ہوتے ہیں۔ یہ تمام بعض اوقات اہم معلومات فراہم کرتے ہیں۔ سرکاری دستاویزات، خطوط وغیرہ بھی ایسے ہی متون ہیں جو صرف تنہا اور ایک ہی ہوتے ہیں ایسے متون جو اپنی واحد صورت میں مکمل ہوں ان کو "منفرد" متن کہا جاتا ہے۔

اصطلاح: مقدمہ

تلفظ: مُ قَ دْ دَ مَہْ

لغوی معنی: آگے جانے والا، ہراول، کتاب کا دیباچہ، آگے آنے والا،

اصطلاحی معنی:

کتاب/متن سے پہلے درج تعارفی اور وضاحتی مضمون/تحریر جس میں مدوّن متن کے بارے میں ضروری معلومات دی جاتی ہیں۔اس میں مدوّن متن کے نسخوں کا تعارف، ملنے/برآمد کا مقام، زمانہ، رسم الخط، کتابت، کاتب، دیگر مآخذ، متن کے مصنف کا تعارف، اس کی دیگر تصانیف، وغیرہ دی جاتی ہیں۔ان میں سے بہت سی معلومات حواشی/تعلیقات/ضمیموں میں بھی دی جا سکتی ہیں۔مقدمہ میں صرف وہ ضروری معلومات دی جائیں جن کا جاننا قاری کے لیے متن کے مطالعہ سے قبل ضروری ہو۔باقی حواشی اور ضمیموں میں دی جانی چاہیں۔مقدمہ گو پہلے آتا ہے لیکن عموماً آخر میں تدوین کا عمل مکمل کرنے کے بعد لکھا جاتا ہے۔

تشریح:

''تدوینِ متن'' کے عمل میں مقدمہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔اس کا مقصد قاری کو ''متن'' سے اس طرح متعارف کرانا ہے کہ وہ اس کی ضرورت، اہمیت اور معنویت کو سمجھ لے اور پھر اس سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکے،لہٰذا مقدمہ اگرچہ

تدوین کے عمل کو مکمل کرنے کے بعد آخر میں لکھا جاتا ہے لیکن اس کو متن سے پہلے اور عموماً دیباچے یا پیش لفظ کے بعد دیا جاتا ہے۔ اس لیے مقدمہ میں ہر اس ضروری امر کا اندراج ضروری ہے جو متن کی تفہیم کے سلسلے میں قاری کو درکار ہو لیکن اس میں ایسے غیر ضروری اندراجات نہیں دینے چاہیں جو "متن" کے تعارف کے لیے ناگزیر نہ ہوں۔ عموماً مدونین مقدمہ میں جن امور کا ذکر کرتے ہیں ان میں متن کی مختلف روایتوں کا ذکر، زیر تدوین متن کے لیے ماخذ نسخوں کی تفصیل، ان کے ملنے/ برآمد کا مقام، زمانۂ تصنیف، تمام معروضی امور کا بیان یعنی رسم الخط، مسطر، کتابت، املا وغیرہ کا تفصیلی بیان، تمام مخطوطوں کا تعارف، کاتبوں اور ترقیموں کی تفصیل، مصنف اور متن کی معلوم تاریخ، مصنف سے منسوب دوسری کتابیں، مصنف اور متن کا مقام و مرتبہ وغیرہ، پھر مدون کو جن مراحل سے گزرنا پڑا، اس نے جو طریق استعمال کیا، اس کے مخففات اور علامتوں کی فہرست، اس کا متن کی تدوین کا طریق کار، اختلاف نسخ کے اندراج کا طریق کار، حوالہ جات کا طریق کار، ضمیمہ جات اور تعلیقات کا بیان بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ متن کے عہد، لوگ، تاریخ، زمانہ، عہد کے حالات وغیرہ بھی شامل کر دیے جاتے ہیں۔

مقدمہ میں مندرجہ بالا تمام امور کا بیان نہ ہی ناگزیر ہے اور نہ ہی ضروری، ان میں سے بہت سی تفصیل ضمیمہ جات اور حوالہ جات میں دی جا سکتی ہے، اس طرح کی تمام معلومات کے مقدمہ میں اندراج کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ "مقدمہ" ضخامت میں کئی دفعہ اصل متن سے زیادہ بھاری بھرکم ہو جاتا ہے، ایسے مقدمات سے قاری کی دلچسپی میں اضافہ نہیں ہوتا البتہ وہ مدون کی علمیت کے بوجھ تلے دب جاتا ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ قاری کا اصل مقصد "متن" کا مطالعہ اور اس سے لطف اندوزی ہے۔ مدون اس عمل میں اس کا راہنما ہے لہٰذا اس کو مقدمہ کو غیر ضروری طوالت سے بچانا

چاہیے۔ صرف وہ امور درج کرنے چاہئیں جن سے آگاہ ہو کر قاری متن سے بہتر طور پر لطف اندوز ہو سکے۔ باقی تمام امور کو ضمیمہ جات، تعلیقات اور دوسری فہرستوں میں درج کرنا چاہیے تاکہ ایسے قاری جو ان تفصیلات سے آگاہ ہونا چاہیں ان کا مطالعہ کر سکیں، مقدمہ صرف ضروری اور ناگزیر نکات پر مشتمل ہونا چاہیے۔

اصطلاح: **ملفوظات** (ملفوظ کی جمع)

تلفظ: مَل فُو ظات

لغوی معنی: پڑھا گیا، منہ سے نکلی ہوئی بات، بولا ہوا، جو پڑھنے میں آئے،

اصطلاحی معنی: وہ متن جس میں کسی بزرگ کے حالات ان کی زبانی لکھے گئے ہوں۔ ان کے وعظ و ہدایات جو دوسروں نے سن کر لکھی ہوں۔
مریدوں اور طلبا کے اپنے استادوں اور بزرگوں کے لکھے ہوئے حالات / وعظ/ سبق جو انھوں نے سن کر لکھے ہوں۔

تشریح:

قدیم زمانے میں درس و تدریس اور پند و نصائح کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ لوگ اور طالبانِ علم و دانش، بزرگوں، اولیا اور صوفیا و مشائخ کی محفلوں میں بیٹھتے تھے۔ اس دوران میں اکثر سوال و جواب کا سلسلہ چلتا اور وہ بزرگ لوگ حاضرین کو اپنی رائے سے آگاہ کرتے، اکثر لوگ اس گفتگو کو ضبطِ تحریر میں لے آتے، ایسے تمام متون جو صاحب علم لوگوں کے اپنے ہاتھ سے نہیں بلکہ ان کے شاگردوں، معتقدین ،حاضرینِ مجلس وغیرہ کے ہاتھ سے لکھے ہوتے ہیں ان کے لیے ''ملفوظات'' کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ ایسی گفتگو جس میں سوال و جواب کا سلسلہ چلتا تھا اس کو ''محاضرات'' کہا جاتا ہے۔ اکثر ''ملفوظات و محاضرات'' کو اکٹھا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر ایسی گفتگو صاحب گفتار خود املا کرواتا تھا تو اس کو ''امالی'' یعنی لکھایا ہوا یا املا کیا ہوا کہا جاتا تھا۔ اسلامی معاشرے میں ''ملفوظات'' کی بڑی کثرت ہے اور یہ

سلسلہ در سلسلہ آج تک جاری ہیں ۔ ایک لحاظ سے ''مکالماتِ افلاطوں'' کو بھی ''محاضرات'' کہا جا سکتا ہے کہ وہ سقراط کی گفتگو اور سوال و جواب پر مشتمل ہے جو کہ افلاطون نے قلم بند کیے۔ ''ملفوظات'' کے متون کے بارے میں بہت احتیاط برتنے کی ضرورت ہے کیونکہ نقل در نقل سے اکثر التباس و تصرفات کا اندیشہ رہتا ہے۔

اصطلاح: منسوخ (کلام)

تلفظ: مَ نْ سُ وْ خ

لغوی معنی: مٹایا ہوا، نابود کیا ہوا، ترک کیا ہوا۔

اصطلاحی معنی: ایسا متن جس کو مصنف یا شاعر خود رد کر دے اور اپنے کلام سے خارج کر دے اسے نظری بھی کہتے ہیں۔

تشریح:

اکثر شاعر اور مصنف اپنے کلام اور تصنیف کو کسی وجہ سے رد یا منسوخ کر دیتے تھے۔ بہت سے شاعر اپنے ابتدائی دور کے کلام کو اپنے مرتبہ دیوان میں شامل نہ کرتے تھے۔ بعض دفعہ نقطہ نظر کی تبدیلی سے بھی کچھ کلام یا تصنیف رد کر دی جاتی تھی۔ غالب نے بہت سا کلام اپنے مروجہ دیوان میں شامل نہ کیا تھا۔ اقبال کا کافی کلام بعد میں باقیات کے نام سے شائع ہوا۔ ترقی پسند نظم گوئی کے آغاز میں کئی شعرا نے اپنی ابتدائی غزلوں کو منسوخ قرار دیا۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے تبدیلیٔ قلب کے بعد اپنی ابتدائی تحریروں اور تصنیفات کو منسوخ کرنے کا اعلان کیا۔ ایسی تمام تحریروں اور کلام کو ''منسوخ'' کہا جاتا ہے لیکن مدونِ متن ان سے قطع نظر نہیں کر سکتا کیونکہ وہ بھی اسی شاعر یا صاحب تصنیف کی تحریر ہوتا ہے اور اس شاعر یا اس کے عہد کی تفہیم کے لیے بہت کارآمد ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسا کلام بھی مدوّن کیا جاتا ہے البتہ حواشی یا بعض اوقات متن میں ہی یہ بتا دیا جاتا ہے کہ یہ منسوخ کلام ہے۔

اصطلاح: مِنْہٗ

تلفظ: مِ نْ ہٗ

لغوی معنی: اس سے، اسی سے۔

اصطلاحی معنی: اگر ایک شاعر کا کلام بیاض وغیرہ میں درج کیا جاتا ہے اور اس کے بعد اُسی شاعر کا کلام پھر درج کیا جاتا ہے تو دوبارہ شاعر کا نام لکھنے کی بجائے ''مِنْہٗ'' لکھ دیا جاتا ہے جس کا مطلب ہے ''اسی کا''
نیز دیکھیے ''وَلَہٗ''

تشریح:

بیاض، کشکول، جنگ، سفینہ اور تذکرے شعر و ادب کے ایسے ذخیرے ہیں جن کو اہلِ ذوق اور اہلِ علم و دانش بڑی محنت اور محبت سے ترتیب دیتے تھے۔ ہمارے ماضی کے ادبی و علمی ماحول کی یہ درست عکاسی کرتے ہیں۔ ان میں اکثر مختلف شاعروں اور ادیبوں کی تحریروں اور حالات کے ساتھ ان کے کلام کا نمونہ بھی درج کیا جاتا تھا بلکہ پسندیدہ شاعروں کے کلام کا خاصا حصہ درج کیا جاتا تھا۔ ان میں شعر درج کرتے وقت اگر ایک کے بعد دوسرا شعر بھی اسی شاعر کا ہوتا جس کا پہلے شعر درج کیا گیا ہو تو پہلے شعر پر شاعر کا نام یا تخلص دیا جاتا تھا، فوری بعد آنے والے شعر پر ''منہٗ'' لکھ دیا جاتا تھا جس کا مطلب تھا کہ یہ شعر بھی اسی شاعر کا ہے۔ کبھی کبھی منہٗ کی جگہ لہٗ یا ولہٗ بھی لکھا جاتا تھا جس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اسی کا ہے۔

اصطلاح: موضوعی

تلفظ: م و ض و ع ی

لغوی معنی: موضوع سے متعلق، مقصد سے متعلق، داخلی خیال، Subjective کا ترجمہ

اصطلاحی معنی: متن کے موضوعی مطالعہ سے مراد متن کے داخلی کوائف کے مطالعے سے متعلق حقائق کی جستجو ہے۔ ان میں متن کے لسانی اور ادبی حقائق، طرزِ نگارش، تراکیب تراشی، الفاظ و فقرات، جملوں کی ساخت اور ترتیب، زبان و لفظیات و حروف کا مطالعہ شامل ہیں۔ اس میں تاریخی کوائف، سوانحی حالات، عصری ماحول و تہذیب سے متعلق بیان بھی شامل ہے۔

تشریح: متن کا جائزہ اور مطالعہ ہر طرح سے کیا جاتا ہے یعنی اس کے خارجی خواص کی تفصیل کا بیان جسے ''معروضی'' مطالعہ بھی کہا جاتا ہے اور ان کے داخلی خواص کا بیان جسے موضوعی مطالعہ کہا جاتا ہے۔ ان دونوں بیانات کے لیے کچھ لوگ تنقیدِ متن کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں۔ خارجی خصوصیات مخطوطہ کے ظاہر یعنی سرورق، تقطیع، سطر وغیرہ کا بیان ہے لیکن داخلی یا موضوعی مطالعہ میں مخطوطہ کی زبان، متن کے لسانی اور ادبی حقائق، الفاظ، تراکیب، طرزِ نگارش، اسلوب، جملوں کی ساخت، ترتیب اور

املا کا مطالعہ شامل ہیں۔اس میں اس عہد کے حالات کے مطابق الفاظ کے معانی ،مفاہیم ،موضوعات ،ردیف وقافیہ،اصناف اوران کی اس عہد کی خصوصیات کا مطالعہ بھی شامل ہے لیکن ان تمام حقائق کا جائزہ ''مدون''مخطوطے کواس کی اصل کے مطابق بحال کرنے کے لیے لیتا ہے۔اس میں مدون کی مخطوطے کے مشتملات کی تنقیدی پرکھ اور قدر بندی شامل نہیں ہے۔جو بطور مدون اس کے جائزے سے باہر ہے لیکن اگروہ چاہے تو بطور نقاد اس کا جائزہ بھی لے سکتا ہے۔

اصطلاح: **ناقص**

تلفظ: نَ اِق ص

لغوی معنی: کم کرنے یا ہونے والا، ادھورا، نامکمل، عیب دار، خراب،

اصطلاحی معنی: ایسا مخطوطہ/متن جو مکمل نہ ہو، اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

ناقص الاول۔وہ کتاب یا مخطوطہ جس کے آغاز کے ورق ضائع ہو چکے ہوں۔

ناقص الاوسط۔ایسی کتاب یا مخطوطہ جس کے درمیان سے کچھ ورق غائب ہوں۔

ناقص الاخر۔ایسی کتاب یا مخطوطہ جس کے آخری صفحات نہ ہوں۔

ناقص الطرفین۔ایسی کتاب یا مخطوطہ جس کے آغاز اور آخر کے اوراق ضائع ہو چکے ہوں۔

تشریح:

مخطوطات دست بردِ زمانہ سے ہو کر ہم تک پہنچتے ہیں ۔ حالات و واقعات، موسم، قارئین کی نوازشوں وغیرہ سے اکثر ان کے کچھ اوراق ضائع ہو جاتے ہیں ۔ایسے مخطوطات جن کے اوراق ضائع ہو چکے ہوں ان کو ناقص کہا جاتا ہے۔ یہ اوراق لوگوں کی بے توجہی اور بے احتیاطی سے ان مخطوطات کو رکھنے اور پڑھنے کے عمل سے بھی ضائع ہو جاتے ہیں ۔بعض اوقات پانی یا سیل سے گل سڑ جاتے ہیں۔ کرم خوردگی بھی ان کی ایک بڑی وجہ ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ مخطوطات برسوں سے

بند پڑے ہوں اور ان کی دیکھ بھال درست طریقے سے نہ ہو سکی ہو۔ اکثر ایسا ہوا ہے
کہ گزرنے والی نسلوں کو اجداد کے جمع کردہ ان خزانوں کی اہمیت کا علم نہ ہو سکا اور
انھوں نے ان کو بے کار اور ردی کا مال سمجھ کر کسی کونے میں رکھ دیا۔ اور اس طرح ان
کے اوراق ضائع ہو گئے۔

اصطلاح: نظری

تلفظ: نَ ظ رِی

لغوی معنی: وہ چیز جو نامنظور ہو، پامال، نظر سے گرا ہوا، بے وقعت، ناقص۔

اصطلاحی معنی منسوخ کلام/تحریر جو کوئی ادیب یا شاعر رد کرے۔

تشریح:

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شاعر یا ادیب اپنے کلام یا تصنیف کے کسی حصہ کو رد کر دیتا ہے جسے ''نظری'' کہا جاتا ہے۔ عموماً شاعر حضرات اپنے ابتدائی دور کے کلام کو اپنے دیوان یا کلیات میں شامل نہیں کرتے۔ کئی دفعہ نظریات بدلنے یا کسی ذوقی وجوہات کی بنا پر بھی ایسا ہو جاتا ہے۔ کئی ادیبوں نے ترقی پسندی کے جوش میں اپنے ابتدائی رومانوی کلام کو منسوخ قرار دے دیا۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے مذہب کی طرف لوٹنے کے بعد اپنے ابتدائی زمانے کی تمام تصانیف کو رد کر دیا۔ گو مصنف ایسے کلام سے لاتعلقی کا اظہار کر سکتا ہے لیکن مؤرخ یا مدون ان کو نظر انداز نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بھی اس شخص کے فنی و ذہنی ارتقا اور تاریخِ ادب کا حصہ ہوتا ہے لیکن اگر وہ تدوین میں ایسا کلام استعمال کرے تو اس کا اظہار متن یا حاشیہ میں کر دیتا ہے۔

اصطلاح: نقل حرفی

تلفظ: ن ق ل ح ر ف ی

لغوی معنی: عبارت کو ہو بہو لکھنا

اصطلاحی معنی: متن یا تحریر کی عبارت کو ویسا ہی لکھنا جیسا اصل میں تھا نقل کرنا۔

تشریح:

کسی عبارت کو نقل کرتے وقت عموماً کاتب یا ناقل عبارت یا متن کو پڑھتا تو اس کی اصل عبارت میں ہے لیکن جب وہ اس کی نقل کرتا ہے تو کئی دفعہ املا اور رسم الخط کی تبدیلی کے باعث جدید دور کے رواج کے مطابق نقل کر دیتا ہے۔ اس ضمن میں اس بات کو دھیان میں رکھنا چاہیے کہ تمام نقل حرفی اصل متن کے مطابق ہونا چاہیے۔ املا میں بہت سے تغیرات آ چکے ہیں۔ غالب کے عہد میں یائے معروف و مجہول میں فرق روا نہ رکھا جاتا تھا۔ پانوں کو ''پانو'' یعنی نون غنہ کے بغیر لکھا جاتا تھا۔ آج کے کاتب یا لکھنے والے کو لکھتے ہوئے اس کا خیال کرنا چاہیے۔ ''نقل حرفی'' اصل کے مطابق ہونا چاہیے۔ ہاں اگر ''مدون'' نے املا میں کچھ تبدیلیاں لانے کا خصوصی فیصلہ کیا ہے اور اس کی وجوہات درج کی ہیں تو پھر ان کو اس املا کے مطابق لکھا جا سکتا ہے۔ گو اس کے متعلق علما کی رائے میں اختلاف ہے۔

اصطلاح: وحید نسخہ

تلفظ: وَ حِ یْ دْ نُ سْ خَ ہْ

لغوی معنی: تنہا، اکیلا نسخہ۔

اصطلاحی معنی: کسی متن کا واحد نسخہ جو میسر ہو اور جس کا اور کوئی نسخہ نہ ملتا ہو۔

تشریح:

تدوین میں متن کی مختلف روایتوں میں موازنہ اور مقابلہ کر کے اساسی نسخہ منتخب کیا جاتا ہے اور پھر اس کی ''تدوین'' اس طرح کی جاتی ہے کہ اختلافاتِ نسخ درج کیے جاتے ہیں اور متن کو منشائے مصنف کے مطابق بحال کرنے کی کاوش کی جاتی ہے۔ لیکن اگر کسی ''متن'' کا ایک ہی نسخہ میسر ہو تو یہ عمل ممکن نہیں ہے۔ اس طرح اسی نسخہ پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے جیسے ''مثنوی کدم راؤ پدم راؤ'' کا صرف ایک ہی نسخہ میسر تھا اور ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس کو نہایت دقتِ نظر اور محنت سے مدون کیا اور شائع کیا۔ ایسے نسخے کو ''وحید نسخہ'' کہا جاتا ہے۔

اصطلاح: وَضاحتی فہرست/ وضاحتی کتابیات

تلفظ: وَضاح تِی فہِ رِس ت

لغوی معنی:۔ ایسی فہرست جس میں ان تمام چیزوں کی تفصیل بھی دی گئی ہو جو اس میں شامل ہوں۔

اصطلاحی معنی:۔ ایسی کتابیات جس میں ہر کتاب کے مشتملات، ابواب کا خاکہ اور کچھ تفصیل درج ہو۔

تشریح:

کتابیات اور فہرستیں ''تدوینِ متن'' کا اہم حصہ ہیں۔ کتابیات میں عموماً کتابوں کے ناموں کو مصنفین کی ترتیب سے شہر، مقام اشاعت اور تاریخ اشاعت کے ساتھ درج کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح الفاظ، محاورات، اشخاص و مقامات وغیرہ کی فہرستیں شامل کر دی جاتی ہیں۔ وضاحتی کتابیات عام کتابوں کی فہرست سے اس لحاظ سے مختلف ہوتی ہے کہ اس میں ہر درج شدہ کتاب کی تفصیل بھی دی جاتی ہے یعنی کتاب کے مندرجات اور مضامین کا بھی اندراج کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ناموں کی فہرستوں میں ان کے حالات و تصانیف وغیرہ درج کیے جاتے ہیں۔ الفاظ و محاورات کی وضاحتی فہرست میں ان کے معانی، مقام استعمال اور ان کی مثالیں درج کی جاتی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی دراصل ''اصطلاحاتِ تدوینِ متن'' کی وضاحتی فرہنگ ہے یعنی اس میں صرف اصطلاحات کو ہی الف بائی ترتیب سے درج نہیں کیا گیا بلکہ ان کے املا، ہجے، معانی کے علاوہ ان کی تشریح اور توضیح بھی درج کر دی گئی ہے۔

اصطلاح: وَلَہٗ

تلفظ: وَل ہٗ ، وِل ہٗ

لغوی معنی: اسی کا

اصطلاحی معنی: اسی شاعر کا جس کا اوپر نام دیا گیا ہے (دیکھیے منہٗ، لہٗ)

تشریح:

تذکروں، گلدستوں اور مجموعہ اشعار میں جب کسی شاعر کا کلام درج کیا جاتا تھا تو ایک شعر، غزل وغیرہ لکھ کر اگر اس کے بعد اسی شاعر کی دوسری چیز درج کی جاتی تو اس پر شاعر کا نام لکھنے کی بجائے ''ولہٗ'' لکھ دیا جاتا تھا۔ یعنی یہ کلام بھی پہلے درج شدہ شاعر ہی کا ہے۔ اس کے لیے کبھی ''منہٗ'' اور ''لہٗ'' بھی استعمال ہوتا تھا۔

حصہ دوم

تدوینِ متن کی اسلامی اصطلاحات

(الف) تدوینِ قرآن

(ب) اصطلاحات۔ تدوینِ حدیث

تدوینِ قرآن

لفظ قرآن، قرأت اور باب قرء یقر بروزن نصر ینصر و فتح یفتح کا مصدر ہے جس کے لغوی معنی جمع کرنے اور پڑھنے کے ہیں۔ یہ کتاب ہدایت ایسی کتاب ہے جو نہ عام دنیا کی کتابوں کی طرح کی کوئی کتاب ہے اور نہ دنیا کے عام دستوروں کی طرز کا کوئی دستور ہے۔ اس کا انداز ترتیب ساری کائنات کی کتابوں سے جدا ہے۔ اس کے اصول و معارف اور حقائق و اسرار دنیا جہاں کی کتابوں سے ممتاز و منفرد ہیں۔

قرآن، حدیث قدسی اور عام حدیث میں یہ فرق ہے کہ حدیث قدسی میں الفاظ و کلمات اور ان کے مطالب و معانی دونوں منجانب اللہ ہوتے ہیں مگر وہ بطور معجزہ و دلیل نبوت نازل نہیں ہوتے بخلاف قرآن کے کہ اس کے الفاظ و عبارات اور ان کے مطالب و معانی بطور معجزہ اور دلیل نبوت کے نازل کیے گئے ہیں۔ عام حدیث میں گو مطالب و معانی منجانب اللہ ہوتے ہیں مگر اس کے الفاظ و کلمات نبیؐ کریم کے اپنے ہوتے ہیں۔

قرآن و حدیث کی تصریحات سے ثابت ہے کہ پورا قرآن شب قدر میں لوح محفوظ سے بیت المعمور پر اترا تھا، پھر وہاں سے موقع محل کی مناسبت سے اور ضرورت کے مطابق جبرائیل امین کبھی ایک آیت، کبھی چند آیات اور کبھی پورا سورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لاتے رہے۔ یہ سلسلہ تقریباً تیئس (۲۳) سال تک جاری و ساری رہا۔ کبھی حضر میں، کبھی سفر میں،

کبھی دن کے اجالے میں اور کبھی رات کی تاریکی میں، کبھی مکہ کے ریگزاروں میں اور کبھی مدینہ کے سبزہ زاروں میں۔ آنحضرت کا طریق کار یہ تھا کہ جب کوئی آیت یا سورہ نازل ہوتی تو آپؐ اس کی تلاوت کر دیتے، تبلیغ فرما دیتے اور اگر کوئی کاتب وحی موجود ہوتا تو اس کو لکھوا بھی دیتے مگر چونکہ وہاں کاغذ کمیاب تھا لہٰذا یہ آیات پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں اور اگر کاغذ مل جاتا تو اسے استعمال کیا جاتا تھا۔ اگرچہ آنحضرت آیت، آیات یا سورہ کے نزول کے وقت فرما دیتے کہ یہ آیت یا آیات فلاں سورہ میں فلاں مقام پر لکھی جائیں مگر قرآن کی کتابت مرتب شکل میں نہیں تھی بلکہ متفرق اجزا کی صورت میں ہوتی تھی۔ جب حضرت محمدؐ کا وصال ہوا تو قرآن مجید متفرق اجزا کی صورت میں متفرق چیزوں پر لکھا ہوا تھا اور حفاظ کے سینوں میں محفوظ تھا۔

جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ قرآن مارے گئے تو کچھ لوگوں نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر جنگوں کا یہی سلسلہ جاری رہا اور اسی طرح حفاظ قرآن مارے جاتے رہے تو کہیں ہم قرآن سے محروم ہی نہ ہو جائیں لہٰذا قرآن کو کتابی شکل میں یکجا جمع کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے زید بن ثابت کو حکم دیا اور انھوں نے قرآن کو خاص انداز سے یکجا کیا۔ وہ خاص انداز یہ تھا کہ اعلان کیا گیا کہ جس کے پاس قرآن کی کچھ آیات لکھی ہوئی ہیں وہ زید کے پاس لائیں۔ جب کوئی شخص ایسی آیات لاتا تو درج ذیل طریقوں سے اس کی تصدیق کی جاتی تھی:

۱۔ اپنی یادداشت سے

۲۔ دو معتبر آدمی گواہی دیتے کہ یہ آیات آنحضرتؐ کے سامنے لکھی گئیں۔

۳۔ ان مجموعوں سے مقابلہ کیا جاتا جو مختلف صحابہ نے تیار کیے ہوئے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کے اہتمام سے جمع و تدوین قرآن کا کام ایک سال کی مدت میں تکمیل پذیر ہوا۔ جن صحیفوں میں قرآن جمع کیا گیا تھا وہ پہلے حضرت ابو بکرؓ کے پاس رہے، ان کی وفات

کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس، ان کے بعد یہ صحیفے حضرت حفصہ بنت عمرؓ کی تحویل میں رہے۔ تیسرا دور خلافت آیا تو اسلام عرب سے نکل کر روم وایران اور دیگر ممالک تک پہنچ چکا تھا اور جب نئے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے تو اختلاف قرأت کی وجہ سے باہمی اختلاف رونما اور جھگڑے پیش آنے لگے۔ حذیفہ بن یمان، حضرت عثمانؓ کے پاس آئے۔ انھوں نے آرمینیہ اور آذربائیجان کی جنگ میں شرکت کی تھی اور وہاں یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ لوگ تلاوتِ قرآن میں بہت اختلاف کرنے لگے تھے۔ حذیفہ نے خلیفہ سوم سے کہا کہ قبل اس کے کہ یہ امت کتاب الٰہی میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگے اس کو سنبھال لیجیے۔ بعض لوگوں کے مشورہ سے حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کو کہلا بھیجا کہ آپ کے پاس قرآن کے جو صحیفے پڑے ہیں وہ ہمارے پاس بھیج دیجیے تاکہ ہم ان کو کتابی صورت میں جمع کریں۔ ایک چار رکنی کمیٹی بنائی گئی جس کے ایک رکن حضرت زید بن ثابت بھی تھے۔ انھوں نے سورتیں یکجا مرتب کیں، پھر سب نسخوں کی ایک قرأت متعین کی گئی۔ اس طرح اس نئے مرتب شدہ مصحف کی ایک سے زائد نقلیں تیار کی گئیں جنھیں مختلف علاقوں میں بھیجا گیا اور لوگوں کو اسی مصحف کے مطابق پڑھنے کا حکم دیا گیا، اس کے علاوہ سب نسخوں کو تلف کر دیا گیا۔ یوں قرآن کریم کی کتابت کی اساس حضرت حفصہؓ کے نسخہ پر رکھی گئی۔

حضرت عثمانؓ نے قرآن کریم کے جو نسخے لکھوائے تھے ان پر نقطے اور اعراب نہ تھے اس لیے لوگ ان کو مختلف طریقوں سے پڑھتے تھے۔ قرآن کریم پر سب سے پہلے نقطے لگانے کے ضمن میں تین نام لیے جاتے ہیں جن میں ابوالاسود الدؤلی کا نام زیادہ مشہور ہے۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ انھوں نے حضرت علیؓ کے حکم سے نحو کے چند مسائل مرتب کیے تھے۔ ابوالاسود نے فتحہ کی علامت یہ مقرر کی کہ حرف کے اوپر نقطہ لگا دیا، ضمہ کی علامت یہ مقرر کی کہ حرف کے اجزا کے درمیان نقطہ لگا دیا، سکون (جزم) کی علامت دو نقطے مقرر کی۔ یوں قرآن کریم پر نقطے اور اعراب لگانے کا کارنامہ انھوں نے انجام دیا۔

زمانہ جوں جوں گزرتا گیا قرآن کریم کے رسم الخط کو آسان تر بنانے کی کوششیں ہوتی رہیں۔خلیل بن احمد فراہیدی نے نقطے ایجاد کیے۔اس کے بعد درج ذیل امور عمل میں لائے گئے

۱۔ہر سورت کے شروع میں اس کا عنوان تحریر کرنا۔

۲۔آیات کے اواخر میں اختتامی علامت دینا۔

۳۔قرآن کو اجزا میں تقسیم کرنا۔

۴۔پھر اجزا کو احزاب میں اور احزاب کو ارباع میں بانٹنا۔

۵۔مذکورہ صدر جملہ امور کو خاص نشانات لگا کر واضح کرنا۔

طباعت کے ذریعہ قرآن کریم کے کئی نسخے طبع کیے گئے۔

اصطلاحات۔تدوینِ حدیث

اصطلاح: **آحاد**

تلفظ: آحاذ

لغوی معنی: احد بمعنی ایک کی جمع، اعداد کے چار درجوں میں سے پہلا درجہ یعنی ایک سے نو تک کے اعداد

اصطلاحی معنی: جس حدیث کے راوی تعداد میں متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہوں آحاد کہلاتی ہے۔

تشریح:

آحاد کی تین قسمیں ہیں:

1۔جس حدیث کے راوی ہر زمانے میں دو سے زائد رہے ہوں مشہور کہلاتی ہے۔

2۔جس کے راوی کسی زمانے میں کم سے کم دو رہے ہوں عزیز کہلاتی ہے۔

3۔جس حدیث کا راوی کسی زمانے میں ایک رہا ہو غریب کہلاتی ہے اسے فرد بھی کہتے ہیں۔

درج بالا تینوں اقسام کو خبر واحد کہا جاتا ہے۔یہ حدیث صحیح میں ہو سکتی ہے، حسن میں بھی اور ضعیف میں بھی ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا تعلق راویوں کی تعداد سے ہے۔خبر واحد سے مراد وہ حدیث ہے جو ایک راوی نے دوسرے راوی سے بیان کی ہو اور اس دوسرے راوی نے ایک تیسرے راوی سے بیان کی ہو یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین تینوں مراحل پر ایک ایک راوی ہو۔

اصطلاح: **اسماءالرجال**

تلفظ: اَس ما ءُ ز رجال

لغوی معنی: مردوں کے نام،

اصطلاحی معنی:

علم حدیث کا شعبہ جس میں راویانِ حدیث کے نام اور حالات سے بحث کی جاتی ہے۔حدیث کی جانچ پرکھ اور استناد کے لیے راویانِ احادیث کی سوانح عمریوں اور خصائص کا علم۔اس میں رواۃ کے نام ولقب،حسب و نسب،قوم و وطن ، ولادت ، وفات ،علم وفضل ، دیانت وتقویٰ ، حفظ ، ذکاوت،صحت و مرض وغیرہ کا بیان ہوتا ہے۔اس علم کے ذریعے ائمہ احادیث نے بہت سے نکات اور مشکلات کو حل کیا ہے۔

تشریح:

علم حدیث کی جانچ پرکھ اور استناد کے لیے زیادہ ضروری اور اہم علم اسماء الرجال ہے۔یہ علم راویان حدیث کی سوانح عمریاں یا تاریخ ہے۔یہ ضرورت صحابہ کرام کے دور کے بعد پیش آئی جب صحابہ کرام دنیا سے اٹھ گئے اور بہت تھوڑی تعداد میں رہ گئے۔تابعین کے دور میں یہ احساس ہونے لگا کہ بعض لوگ احادیث بیان کرنے میں اخلاق وتقویٰ کا معیار قائم نہیں رکھ پا رہے چنانچہ یہ ضرورت پیش آئی کہ تابعین سے پوچھا جائے کہ آپ نے یہ روایت کس صحابی سے سنی۔اس طرح سے علم

حدیث میں علم الرجال کے شعبہ کا آغاز ہوا۔ راویوں کے حالات جمع کرنے کو علم الرجال کہا گیا۔ ایک روایت کے تمام راویوں کے متعلق ایک ایک جز معلوم کرنا سخت مشکل کام تھا لیکن اس کام کے لیے سینکڑوں ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں صرف کیں، ایک ایک شہر گئے، راویوں سے ملے، ان کے متعلق ہر قسم کی معلومات بہم پہنچائیں، جو لوگ ان کے زمانہ میں موجود نہ تھے ان کے دیکھنے والوں سے حالات دریافت کیے۔

محدثین نے اس کٹھن راہ میں انتہائی جفاکشی، دیانت داری اور تقویٰ کا ثبوت دیا ہے۔ انھوں نے جرح و تعدیل کا جو معیار مقرر کیا تھا اس پر بادشاہوں سے لے کر بڑے بڑے ائمہ مذہب کو پرکھا اور اس راہ میں نہ ان کو کوئی دنیوی طاقت و حشمت مرعوب کر سکی اور نہ وہ کسی کی مذہبی قیادت و پیشوائی سے خوفزدہ ہوئے۔ جس شخص میں کوئی ذرا سا نقص بھی دیکھا اس کے متعلق برملا اور علی الاعلان کہا کہ لوگ اس کی روایات قبول کرنے میں احتیاط برتیں۔ محدثین کو کسی کے متعلق اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ شخص روایت کے قبول کرنے میں راوی کی جانچ پڑتال اور اس کے حالات کی تحقیق نہیں کرتا تو وہ اس کو بھی خواہ وہ اپنی ذات سے کیسا ہی راست گفتار ہوتا قابل اعتبار قرار دیتے تھے۔ یوں پانچویں چھٹی صدی ہجری کے بعد رجال کی ساری معلومات جمع ہو گئیں اور پانچویں صدی کے بعد پھر براہ راست روایت حدیث نہیں ہوئی اس لیے کہ جتنے راویان تھے ان سب کی معلومات جمع ہو گئیں اور یوں علم رجال کی تدوین کا ایک اہم مرحلہ تکمیل کو پہنچا۔

راویوں کے مختلف حالات اور بعض دوسرے امور کی وجہ سے ہی احادیث کی متعدد قسمیں قرار دی گئیں اور ان کو صحیح و ضعیف وغیرہ پر تقسیم کیا گیا۔

اصطلاح: اصح الاسانید

تلفظ: اصَح ُل اسانید

لغوی معنی: بہت صحیح اسناد، درست ترین اسناد،

اصطلاحی معنی: جس روایت کے تمام راوی اعلیٰ درجے کے ہوں۔

تشریح:

علم روایت میں رجال کا موضوع بہت اہم ہے۔ علم اسناد اس وقت تک صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آ سکتا جب تک علم رجال یا اسماء الرجال کی تفصیلات سامنے نہ ہوں۔ رجال سے متعلق دو پہلو اہم ہیں ایک رجال کے بارے میں معلومات، رجال کی شخصیت اور کردار کے بارے میں تفصیلات سے متعلق ہے، دوسرا پہلو کسی راوی حدیث کے قابل قبول یا نا قابل قبول ہونے کا فیصلہ ہے۔ گویا رجال وہ بنیادی مضمون ہے جس کی بنیاد پر اسناد کا تعین ہوتا ہے اور اسناد کی بنیاد پر کسی حدیث کی خارجی نقد پر بات ہوتی ہے۔

فضیلت کے اعتبار سے صحابہ کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے ''صحابی'') اس بنیاد پر جو روایت فاضل اصحاب یا تابعین نے کی ہو اسے اصح الاسانید کہا جاتا ہے۔

اصطلاح: **تابعی**

تلفظ: تا بِ عی

لغوی معنی: وہ مسلمان جس نے حضور اکرمؐ کے کسی صحابی کو دیکھا ہو

اصطلاحی معنی: تابعی وہ ہے جس کو صحابی کی رفاقت حاصل رہی ہو۔وہ کسی صحابی سے اس حالت میں ملا ہو کہ وہ مومن ہو اور اس کی موت بھی حالتِ ایمان میں واقع ہوئی ہو۔

تشریح:

تابعی کی تعریف وہی ہے جو صحابی کی تعریف ہے ۔تابعی سے مراد وہ شخصیت ہے جس نے حالت ایمان میں کسی صحابی رسول کی زیارت کی ہو، اسی حالت ایمان پر زندہ رہے ہوں اور اسی حالت ایمان پر انتقال کر گئے ہوں۔امام حاکم نے تابعین کے پندرہ طبقے بتائے ہیں اس لیے کہ تابعین کا زمانہ خاصا طویل ہے۔تابعین کی فضیلت اور شرف کا ذکر ایک حدیث میں بھی ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا کہ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ زمانہ ہے جو میرے بعد آئے پھر وہ زمانہ جو اس کے بعد آئے۔روایت حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ انھی لوگوں سے بعد کی نسلوں کو پہنچا ہے۔تابعین نے صحابہ کرام سے علوم حاصل کیے اور حدیث کے متعلق ان کے طرز عمل کو اپنایا۔عہد تابعین میں چند لوگوں کے پاس حدیث کا مکتوب ذخیرہ تھا۔

تابعین کرام نے قرآن و حدیث کا علم حاصل کیا اور اس میں مہارت حاصل کر کے اس کو محفوظ اور مضبوط بنیادوں پر قائم کر دیا۔علامہ ابن سعد نے طبقات

میں پہلے شہر کے لحاظ سے ان کی تقسیم کی ہے پھر ایک شہر کے تابعین میں ثقاہت و عدالت کے لحاظ سے ان کی تقسیم کی ہے اور ہر طبقہ کے حالات بڑی محنت و جستجو اور تلاش و تحقیق سے جمع کیے ہیں۔

تدلیس، مدلس

اصطلاح: تدلیس، مدلس

تلفظ: تَدْ لِیس

لغوی معنی: عیب چھپانا، مکر، فریب دہی،

اصطلاحی معنی:

مدلس، دلس سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں ظلمت کو نور سے ملانا، مطلق ظلمت اور ظلمت کو نور سے ملانا، محدثین کی اصطلاح میں سند کے سقوط کو چھپایا جانا اور کسی راوی کو اس کے غیر معروف وصف سے بیان کیا جانا تا کہ اس کی اصلیت مخفی رہے تدلیس کہلاتا ہے۔

تشریح:

مدلس اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں راوی جان بوجھ کر ایسے الفاظ استعمال کرے کہ جس سے سننے والے کو یہ تاثر ملے کہ اس نے کسی مستند آدمی سے یا فلاں خاص آدمی سے روایت حاصل کی ہے۔ تدلیس کی چھ اقسام ہیں:

1۔ جو ثقات سے تدلیس کرے۔

2۔ وہ جو استفسار پر مدلس کا نام بتائے۔

3۔ وہ شخص جو غیر معروف سے تدلیس کرے۔

4۔ وہ جو ضعیف راویوں سے تدلیس کرے۔

5۔ ان لوگوں سے معمولی تدلیس کرے، جن سے اس نے کثرت سے سماع کیا۔

6۔ ایسے صیغہ کے حدیث بیان کرے، جو اسے حاصل نہیں تھا۔

بنیادی طور پر تدلیس کی بنیادی اقسام دو ہیں یعنی تدلیس الاسناد اور تدلیس الشیوخ۔

اصطلاح: جرح وتعدیل

تلفظ: جَ رَح و تَ عْ دِی ل

لغوی معنی: جرح: زخم، گھاؤ، چیز، وہ سوالات جو حقیقت جاننے کے لیے دوسرے فریق سے پوچھے جاتے ہیں۔

تعدیل: برابر کرنا، درست کرنا، ٹھیک کرنا، عدل کرنا

اصطلاحی معنی: جرح سے مراد ہے راوی حدیث پر ایسی تنقید جو راوی کے نقائص کو سامنے لے آئے۔ تعدیل سے مراد ہے کسی راوی کی خوبیاں بیان کرنا، اعتراضات کا جواب دینا، جرح کی ضد، گواہ کی سچائی بیان کرنا،

تشریح:

حدیث روایت کرنے والے کے عیوب و اوصاف بیان کرنا جرح و تعدیل کہلاتا ہے۔ ائمہ فن حدیث کو جس راوی کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ ان کی غرض و غایت پر نظر کرتا، ان پر جرح وتعدیل کرتا اور اس کے بعد نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ جرح وتعدیل میں ہر امام کا اپنا اپنا اصول ہوتا ہے۔ ایک شخص ایک بات کو کسی قدر معیوب سمجھتا ہے، دوسرے کے نزدیک معیوب نہیں۔ اختلاف کی بنیاد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایک شخص کسی راوی سے ملا اس وقت وہ تندرست تھا، اس نے اس کی توثیق کر دی، جب اس سے دوسرا ملا تو اس کو ضعف حفظ ونسیان کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا لہٰذا اس نے اس کی تضعیف کی۔ اسی طرح عقل مند شخص سے بھی کوئی رکیک حرکت

سرزد ہوسکتی ہے، بعض جرحوں کا باعث معاصرانہ نوک جھونک بھی ہوسکتی ہے۔اس وجہ سے یہ اصول قرار دیا گیا کہ ایک محدث کی جرح معاصر محدث پر قابل قبول نہیں ہے۔

جرح وتعدیل ایک دوسرے پر اس صورت میں مقدم ہوتی ہیں کہ اگر جرح کے الفاظ سخت ہیں اور جو عیب بیان کیا گیا ہے وہ واقعی بڑا عیب ہے اور جرح بیان کرنے والے عالم میں تعصب کا دخل نہیں تو جرح مقدم ہوگی اور اگر اس کے خلاف ہے تو تعدیل مقدم ہوگی۔

راوی کے مجروح ومطعون ہونے کی دس قسمیں ہیں، پانچ کا تعلق راوی کے ضبط سے ہے اور پانچ کا تعلق عدل سے ہے۔

1۔ راوی کا حافظہ خراب ہو۔اس میں دو اقسام ہیں، ایک وہ جن کا حافظہ ہمیشہ خراب رہا، دوسرے وہ جن کا حافظہ بعد میں کسی وجہ سے خراب ہوگیا۔ان کے حوالے سے وہ احادیث قابل قبول ہوں گی جو اس عارضہ سے قبل کی ہیں اور بعد میں جو بیان کی گئی ہیں وہ اگر کسی صحیح حدیث کے موافق ہیں تو قبول کی جائیں گی ورنہ نہیں۔

2۔راوی کو وہم ہوجائے۔

3۔راوی اپنے بیان میں فاحش غلطیاں کرتا ہو اور اس کو محسوس نہ کرتا ہو۔

4۔ضبط حدیث میں غفلت کرتا ہو۔

5۔مخالفت کرتا ہو۔

جرح عدل کی درج ذیل صورتیں ہیں:

1۔کسی راوی کا نام یا لقب یا کنیت اس طرح آئے کہ اس سے پہلے دوسرے شخص کا بھی گمان ہوسکے۔یا روایت کرنے والا راوی کا نام ہی نہ لے۔

2۔ارتکاب کبائر یعنی گناہ کبیرہ کرتا ہو۔

3۔ بدعتی ہو۔ عقائد اسلام کے خلاف عقائد رکھتا ہو، آیات و روایات میں طرح طرح کی تاویلیں کرتا ہو۔

4۔ عجیب روایات و قصص و حکایات بیان کرے۔

5۔ وضاع یعنی حدیثیں بنانے والا ہو۔

اصطلاح: حافظ

تلفظ: حافِظ

لغوی معنی: حفاظت کرنے والا، محافظ، نگہبان، وہ جس کا حافظہ اچھا ہو، وہ شخص جس نے قرآن شریف حفظ کر رکھا ہو، یاد رکھنے والا، خدا تعالیٰ کا ایک صفاتی نام، کنایۃً نابینا۔

اصطلاحی معنی: جسے ایک لاکھ احادیث یاد ہوں۔

تشریح:

حافظ وہ ہے جس نے محدث ہونے کی شرائط میں وسعت حاصل کرنے کے بعد احادیث کی کثیر تعداد کو حفظ کیا ہو اور رجال کو طبقہ در طبقہ اس طرح محفوظ کیا ہو کہ ان کے احوال، تراجم اور ان کے شہروں کی پوری معرفت حاصل کی ہو۔ وہ لوگ جو علم حدیث کو اپنی یادداشت میں محفوظ کیے ہوں، علم حدیث کے علوم و فنون ان کی یادداشت میں محفوظ ہوں اور علم حدیث کا وسیع ترین مطالعہ ہو انھیں اصطلاحاً حافظ کہا جاتا ہے۔

اصطلاح: حاکم

تلفظ: خاکِم

لغوی معنی: حکم کرنے والا، حکومت کرنے والا، مفتی، قاضی، جج، مجسٹریٹ، کوتوال، سردار، ناظم، افسر، عامل، کوئی بڑا عہدہ دار، گورنر، والی ملک، فرمانروا، بادشاہ، زمیندار، مالک، آقا، خدا کا ایک صفاتی نام۔

اصطلاحی معنی: جسے تمام احادیث مرویہ مع متن و سند جرح و تعدیل و تاریخ کے معلوم ہوں۔

تشریح:

حاکم سے مراد وہ شخص ہے جسے ساری دستیاب احادیث زبانی یاد ہوں۔ اس کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ یہ احادیث سندوں کے ساتھ اسے یاد ہوں۔ الحاکم کے بعد کا درجہ ''امیر المومنین فی حدیث'' کا ہے۔

اصطلاح: حجت

تلفظ: حُ جْ جَ تْ

لغوی معنی: دلیل، برہان، تکرار، جھگڑا۔

اصطلاحی معنی: جسے تین لاکھ حدیثیں یاد ہوں۔

تشریح:

حافظ کے بعد الحجہ کا درجہ آتا ہے۔ کسی کے نزدیک الحجہ وہ ہے جسے تین لاکھ احادیث یاد ہوں، کچھ کا کہنا ہے کہ جس کو پانچ لاکھ احادیث یاد ہوں بہرحال احادیث کی یہ تعداد لاکھوں میں ہے۔ جسے تین لاکھ اور اس سے زائد احادیث یاد ہوں وہ الحجہ کہلاتا ہے۔ اس کے بعد حاکم کا درجہ آتا ہے۔

اصطلاح: حدیث

تلفظ: ح دی ث

لغوی معنی: نئی بات، نئی چیز، خبر، بیان، بات، ذکر، گفتگو، جمع احادیث

اصطلاحی معنی: قول، فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ کی طرف ہو

تشریح:

حدیث کی متداول دینی تعریف کے مطابق نبی اکرمؐ کے قول و فعل اور تقریر کو حدیث کا نام دیا جاتا ہے۔ بالعموم حدیث و سنت مترادف استعمال ہوتے ہیں لیکن ان کے درمیان فرق یہ ہے کہ حدیث کے تحت وہ تمام اقوال و افعال اور امور آجاتے ہیں جو آنحضورؐ کے سامنے ہوئے اور آپؐ نے ان سے روکا نہیں اور سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جس پر نبی اکرمؐ اپنی حیاتِ طیبہ میں گامزن رہے۔

حدیث و سنت کا مرکز و محور نبی اکرم کی ذات گرامی ہے۔ قرآن پاک نے آپ کی شخصیت کو جس طرح متعارف کرایا اور مسلمانوں نے آپؐ سے جس والہانہ محبت کا اظہار کیا اس کا لازمی و منطقی نتیجہ یہ تھا کہ آپؐ کے اقوال و اعمال کو محفوظ و مرتب کر دیا جائے۔ قرآن پاک میں نبی اکرم کو پیغام رساں، معلم و مربی، نمونۂ تقلید، شارع، قاضی اور فرمانروا کی حیثیت سے اہم ترین مقام دیا گیا ہے۔ سورۃ النسا میں ہے "جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی" اسی طرح سورۃ الاحزاب میں رسول کی ذات تقلید کے لیے نمونہ قرار دی گئی۔

نبی اکرمؐ نے اپنے اقوال، افعال اور امور کے ذریعے قرآن کی تعلیم دی۔

اس کی دو صورتیں ہمارے سامنے آتی ہیں

(i) قرآن کے احکامات کے مطابق عمل کر کے دکھانا

(ii) قرآنی آیات کی تشریح وتفسیر اپنی زبان میں بیان کرنا

نبی اکرمؐ نے قرآنی ہدایت کے لیے یہی دو طریقے اختیار فرمائے۔

نماز، روزہ، حج، زکوۃ، قیام، رکوع، سجود، قعود، تسبیح وتحمید کا ذکر قرآن مجید ہے لیکن اس کی عملی تشکیل اور طریقہ آپؐ کے عمل سے ثابت ہے۔ قرآن کی قولی تشریح بھی نبی اکرمؐ نے کی۔ قولی تشریح سے مراد اللہ کے وہ ارشادات ہیں جو آپ نے مختلف اوقات میں مختلف قرآنی آیات کی تشریح وتعبیر میں بیان فرمائے۔ قرآن کے بعد نبی اکرمؐ کی ذات دوسرا قانونی مآخذ ہے نبی اکرمؐ کے انہی ارشادات کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں میں حفاظتِ حدیث وسنت کا شوق پیدا ہوا۔ حضورؐ کے عہد ہی میں حفاظتِ حدیث کے اہتمام کا آغاز ہو گیا تھا، لوگ حضورؐ کے ارشادات کو حافظے میں محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ لکھ بھی لیتے تھے۔

اصطلاح: **حفاظتِ حدیث**

تلفظ: حِ فاظ تِ حَ دی ث

لغوی معنی: احادیث کو محفوظ رکھنا، یعنی حفظ اور کتابت کے ذریعے

اصطلاحی معنی: احادیث کو محفوظ کرنا۔ اس کے لیے دو طریقے تھے ایک حفظ اور دوسرا کتابت۔ حفاظتِ حدیث میں ان دونوں طریقوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

تشریح:

سنت کی اہمیت کے پیشِ نظر حفاظتِ حدیث کا اہتمام عہدِ نبویؐ ہی میں شروع ہو چکا تھا۔ اسکے لیے دو طریقے حفظ اور کتابت اختیار کیے گئے۔ عرب بے پناہ قوتِ حافظہ کے مالک تھے۔ ان کے شعرا، خطبا اور رواۃ ہزاروں اشعار، ضرب الامثال اور واقعات کے حافظ ہوتے تھے۔ شجرہ ہائے نسب کو محفوظ رکھنا ان کا معمول تھا بلکہ وہ تو اپنے گھوڑوں کے نسب نامے بھی یاد رکھتے تھے۔ ان صلاحیتوں کی موجودگی میں جب ان عربوں کو قرآن پاک اور نبی اکرمؐ سے بے حد محبت اور عقیدت ہوئی تو انھوں نے قرآن و احادیث کو حفظ کرنا شروع کیا۔

عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا۔ وہ لوگ کتابت کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے، کتابت کی طرف عدم رجحان اور حافظے پر اعتماد کی وجہ سے لوگ یاد کر لیتے۔ صحابہ کرام میں ایسے لوگوں کی وافر تعداد موجود تھی جو احادیث یاد کرتے اور نبی اکرمؐ کو اس بات کا علم تھا۔ لوگ حضورؐ سے سن کر یاد کرتے اور دوبارہ پوچھتے جنھیں

کوشش کے باوجود یاد نہ رہتیں آپؐ ان کے لیے دعا فرماتے اور بعض اوقات لکھنے کا حکم دیتے۔ احادیث کو صرف حافظہ پر ہی نہیں چھوڑا گیا تھا بلکہ ان کے لکھنے کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ بالعموم یہ کہا جاتا ہے کہ حضورؐ نے صحابہ کرام کو کتابت حدیث سے روک دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اکثر صحابہ علم رسم الخط سے پوری طرح واقفیت نہ رکھتے تھے، اس میں غلطی اور شبہ کا احتمال غالب تھا، دوم: حفظ حدیث پر زور دینا مقصود تھا، سوم: قرآن و حدیث کو خلط ملط ہونے سے بچانے کے لیے رسول اللہؐ نے یہ اقدام کیا تھا تا کہ قرآن و حدیث کا فرق قائم رہے۔ جب قرآن کا اکثر حصہ نازل ہو گیا اور بہت سے صحابہ نے اسے حفظ کر لیا اور التباس کا خطرہ باقی نہ رہا تو آپؐ نے حدیث نویسی کی اجازت دے دی۔

اصطلاح: خبر

تلفظ: خَ بَ ر

لغوی معنی: آگاہی، نیا، واقفیت، وقوف، اطلاع یابی، اطلاع، پیغام، سندیسہ، افواہ، شہرت، پتا، سراغ، نشان، اوسان، سدھ بدھ، ہوش، خبرداری، ہوشیاری، حال احوال

اصطلاحی معنی: قسم حدیث رسول اللہ، جمع اَخبار

تشریح:

خبر وہ بیان ہے جس میں صدق و کذب کا احتمال پایا جاتا ہے۔ خبر سچی، جھوٹی ہوتی ہے یا واقعہ کے مطابق خبر دینے والے کے اعتقاد کے مطابق۔ خبر کبھی قطعاً سچی ہوگی جیسے اللہ اور اس کے رسول کی خبر۔ کبھی قطعی کذب جیسے وہ خبر جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے مخالف کی طرف سے ہو۔

محدثین کی اصطلاح میں خبر وہ روایت ہے جس کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو۔ اخباری سے مراد وہ شخص ہے جو فن تاریخ میں مشغول ہو۔

اصطلاح: درایت

تلفظ: دِرَائِ ت

لغوی معنی: دانائی، عقل، جاننا،

اصطلاحی معنی: حدیث کی جانچ کے سائنسی اصول جس کے مطابق خارجی عوارض و اسباب کی روشنی میں حدیث کی جانچ کی جاتی ہے۔

تشریح:

درایت کی رو سے جب کسی حدیث کی جانچ کی جاتی ہے تو خارجی عوارض و اسباب کو دیکھا جاتا ہے۔ درایت کی ابتدا خود صحابہ کرام کے عہد میں ہو چکی تھی۔ تدوینِ حدیث کا دور آیا تو اس کی صحت کے اصول وضوابط متعین کیے گئے تو محدثین نے درایت کے اصول بھی منضبط کیے۔

مولانا شبلی نعمانی نے جو اصول بیان کیے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حسب ذیل صورتوں میں روایت اعتبار کے قابل نہ ہوگی اور اس کے متعلق اس تحقیق کی ضرورت نہیں کہ اس کے راوی معتبر ہیں یا نہیں۔ وہ اصول درج ذیل ہیں:

1۔ جو روایت عقل کے خلاف ہو۔

2۔ جو روایت اصولِ مسلمہ کے خلاف ہو۔

3۔ محسوسات اور مشاہدہ کے خلاف ہو۔

4۔ قرآن مجید اور حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی کچھ گنجائش نہ ہو۔

5۔ جس حدیث میں معمولی بات پر سخت عذاب کا وعدہ ہو۔

6۔ معمولی کام پر بہت بڑے انعام کا وعدہ ہو۔

7۔ وہ روایت رکیک المعنی ہو۔

8۔ جو راوی کسی شخص سے ایسی روایت کرتا ہے کہ کسی اور نے نہیں کی اور یہ راوی اس شخص سے نہ ملا ہو۔

9۔ جو روایت ایسی ہو کہ تمام لوگوں کو اس سے واقف ہونے کی ضرورت ہو یا ایک راوی کے سوا کسی اور نے اس کی روایت نہ کی ہو۔

10۔ جس روایت میں ایسا قابل اعتنا واقعہ بیان کیا گیا ہو اگر وقوع میں آتا تو سینکڑوں راوی اس کو بیان کرتے۔ اس کے باوجود صرف ایک ہی راوی نے اس کو بیان کیا۔

مولانا علی قاری نے حدیثوں کے نامعتبر ہونے کے چند اصول بیان کیے ہیں اور ان کی مثالیں نقل کی ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1۔ جس حدیث میں ایسی باتیں ہوں جو رسول اللہ کی زبان سے نہیں نکل سکتیں۔

2۔ وہ حدیث جو مشاہدہ کے خلاف ہو۔

3۔ وہ حدیث جو صریح حدیثوں کے مخالف ہو۔

4۔ جو حدیث واقعے کے خلاف ہو۔

5۔ جو حدیث انبیا کرام کے کلام سے مشابہت نہ رکھتی ہو

6۔ وہ احادیث جن میں آئندہ واقعات کی پیشین گوئی بقید تاریخ مذکور ہو۔

7۔ وہ احادیث جو طبیبوں کے کلام سے زیادہ مشابہ ہوں۔

8۔ وہ احادیث جن کے غلط ہونے کے دلائل موجود ہوں۔

9۔ وہ احادیث جو صریح قرآن پاک کے خلاف ہوں۔

10۔ بعض وہ احادیث جو خضر سے متعلق ہیں۔

11۔ جس حدیث کے الفاظ رکیک ہوں۔

12۔ بعض وہ احادیث جو قرآن مجید کی الگ الگ سورتوں کے فضائل میں وارد ہیں۔

درایت کے اصولوں کی بنا پر ہر زمانہ میں روایت پر تنقید کی گئی ہے۔ محدثین نے تحقیق کے دونوں اصولوں روایت اور درایت کے تعین و تشخص میں اور ان پر عمل کرنے میں یکساں اہتمام کیا اور تنقیدِ روایات میں دونوں سے کام لیا۔ محدثین نے اسناد اور متن کے ہر ممکن سے ممکن پہلو کو سامنے رکھا اور اس کی چھان بین کی۔ اسناد میں عقلی اعتبار سے جتنے احتمالات ہو سکتے ہیں ان سب پر ان بزرگوں نے بصرانہ نگاہ ڈالی اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ جہاں کذب کا ذرا سا شائبہ بھی نظر آیا اسے فوراً ترک کر دیا۔ اسی طرح متنِ حدیث کی صحت معلوم کرنے کی غرض سے محدثین نے درایت کے اصول متعین کیے۔ لفظ، معنی، عبارت اور طرزِ بیان ہر لحاظ سے اس کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھا۔ صحیح، ضعیف اور موضوع کے الگ الگ خصائص بیان کیے، ان کے اوصاف متعین کیے اور تمام ذخیرہ ہائے حدیث کو کھنگال کر ہر ہر حدیث پر حکم لگایا اور ایک نوع کو دوسرے سے الگ کر دیا۔ ایک راوی بھی ایسا نہیں جس پر محدثین نے کلام نہ کیا ہو۔ ثقہ راویوں پر الگ اور ضعیف راویوں پر الگ، وضاعین و کذابین پر الگ الگ ضخیم کتابیں لکھیں۔

اصطلاح: روایت

تلفظ: رِوای ت

لغوی معنی: ناول، فسانہ، نقل، بیان، کہاوت، جمع روایات

اصطلاحی معنی: جس ذریعے یا وسیلے سے حدیث ہم تک پہنچتی ہے اسے روایت کہا جاتا ہے۔ روایت کرنے والے کو راوی کہتے ہیں۔

تشریح:

علم حدیث بنیادی طور پر دو حصوں میں منقسم کی جاتی ہے۔ ایک حصہ کو علم روایت اور دوسرے کو علم درایت کہا جاتا ہے۔ علم روایت میں اس ذریعے یا وسیلے سے بحث کی جاتی ہے جس کے ذریعے کوئی حدیث نبی اکرم کی ذات مبارک سے لے کر ہم تک پہنچی ہو۔ روایت، سند، راوی، راوی کا سچا یا غیر سچا ہونا، راوی کا کردار اور اس کا حافظہ یہ سب چیزیں علم روایت میں زیر بحث آتی ہیں۔ علم درایت کی توجہ زیادہ تر حدیث کے متن پر ہوتی ہے۔

علمِ روایت میں دو اصطلاحات اہم ہیں ایک کو تحمل اور دوسری کو ادا کہا جاتا ہے۔ تحمل حدیث سے مراد یہ ہے کہ راوی نے حدیث کا مواد حاصل کرنے کے لیے کیا کیا طریق کار اختیار کیے ہیں۔ پہلا طریقہ سماع کہلاتا ہے جس کے مطابق راوی نے براہ راست اپنے استاد یا شیخ کی زبان سے حدیث سنی ہو، شیخ نے حدیث پڑھ کر اسے سنائی ہو اور سنانے کے بعد اجازت دی ہو، یہ افضل ترین طریقہ ہے، دوسرا طریقہ قرأت ہے جس کے مطابق شاگرد نے شیخ کے سامنے قرأت کی ہو، اسے سننے کے بعد شیخ نے اجازت دی ہو کہ تمھاری قرأت درست ہے، اب تم میرے حوالہ سے

اس حدیث کو بیان کر سکتے ہو، تیسرا درجہ اجازت کا ہے۔ اجازت کا مفہوم یہ ہے کہ شیخ نے کسی صاحب علم شخص کے علم، اخلاص اور تقویٰ کی بنا پر اسے کسی خاص مجموعۂ احادیث کے روایت کرنے کی اجازت دی ہو، اس کے علاوہ ایک اور طریقہ ''مناولہ'' کہلاتا ہے۔ مناولہ کے معنی حوالے کر دینا یا کسی کو سونپ دینا کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کسی کو اپنا احادیث کا مجموعہ سونپ دے کہ ان روایات کو میری طرف سے بیان کر سکتے ہو۔ مکاتبہ کی اصطلاح کے مطابق کوئی استاد اپنے شاگرد کو کوئی حدیث لکھ کر شاگرد کو بھیج دے اور اسے اجازت بھی دے دے، یا شاگرد خط لکھ کر استاد سے کسی حدیث کے بارے میں استفسار کرے تو استاد تحریری طور پر اسے مطلع کر دے۔ ''اعلام'' کی اصطلاح کا مفہوم یہ ہے کہ شیخ، شاگرد کو مطلع کر دے کہ فلاں شخص کے پاس احادیث کا مجموعہ ہے، تم اسے میرا حوالہ دے کر حاصل کر سکتے ہو اور لے کر روایت کر سکتے ہو۔ وصیت کا طریق کار بھی روایت کا حصہ ہے۔ شیخ وصیت کر دیتا ہے کہ میرے پاس جو مجموعہ ہے وہ میرے بعد فلاں شخص کو دے دیا جائے اور اس شخص کو اجازت ہے کہ وہ میری طرف سے ان احادیث کو روایت کرے۔ احادیث کی روایت کا ایک اور طریقہ ''وجادہ'' کہلاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کسی بڑے محدث کی کوئی تحریر بعد میں کسی شخص کو ملے اور اس کی بنیاد پر روایت کرے۔

جب کوئی شخص درج بالا طریقوں کے مطابق حدیث حاصل کر لے تو اس درجہ کو تحمل حدیث کہا جاتا ہے۔ جب یہ احادیث دوسروں تک پہنچاتا ہے اور دوسرے لوگوں سے بیان کرتا ہے تو اسے ''ادا'' کہا جاتا ہے۔ گویا اس نے حدیث کی یہ امانت ادا کر دی۔

علم روایت میں سند اور راویوں سے بحث ہوتی ہے۔ راوی کے لیے درج ذیل شرائط پر پورا اترنا لازم ہے:

1۔ راوی کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو۔

2۔ دینی معاملات میں، فرائض کی پابندی اور محرمات سے اجتناب میں معیاری کردار کا حامل ہو۔

3۔ عاقل اور سمجھدار ہو۔

4۔ راوی نے جو کچھ سنا، اسے پوری طرح سے یاد رکھا اور پھر وہ چیز ہمیشہ اس کی یادداشت میں محفوظ رہی۔

راوی کی درج بالا چار شرائط کے علاوہ سند اور متن کے حوالے سے درج ذیل شرائط لازم ہیں۔

1۔ محدث سے لے کر نبی اکرم تک متصل سند ہو اور درمیان سے کوئی سلسلہ ٹوٹا ہوا نہ ہو۔

2۔ روایت شاذ نہ ہو یعنی وہ کوئی ایسی روایت نہ کرے جو عام، مشہور اور مستند سنت سے متعارض ہو۔

3۔ اس کے اندر کوئی ایسی چھپی ہوئی داخلی علت نہ ہو جو اس کے معیار کو متاثر کر دے۔ علت سے مراد کوئی ایسی کمزوری ہے جو بظاہر نہ روایت میں نظر آتی ہے اور نہ متن میں لیکن ایک ماہرِ فنِ حدیث اس خامی کا پتہ چلا لے۔

راوی اور روایت کے حوالے سے درج بالا ساتوں شرائط اہم ہیں۔

اصطلاح: سند

تلفظ: س نَ دْ

لغوی معنی: دستخط، وثیقہ، سفارش نامہ، شہادت نامہ، تصدیق نامہ، اجازت نامہ، قابل اعتماد، معتمد، معتبر، کسی امر یا واقعہ کی قانوناً تحریری شہادت، دلیل، ثبوت، سرٹیفکیٹ، دستاویز، تمسک، واسطہ، تکیہ گاہ، سہارا، جمع اسناد۔

اصطلاحی معنی:

لغت میں سند سے مراد زمین پر ابھری ہوئی جگہ یا پہاڑ کی اونچی جگہ لی جاتی ہے۔ اس سے مراد پناہ گاہ بھی ہے۔ چونکہ راوی اپنی بات کو آخری حد تک پہنچاتا ہے یا وہ ذریعہ جس سے خبر پہنچتی ہے قابل اعتماد ہوتا ہے اس لیے اسے سند کہا جاتا ہے۔ اصطلاحاً راویوں کا سلسلہ جن کے ذریعے حدیث بیان کی جائے یعنی زید اس طرح بیان کرے کہ میں نے سنا عمر سے، عمر نے سنا خالد سے، خالد نے سنا بکر سے۔۔۔

تشریح:

صحابہ کرام کے عہد میں کسی روایت کی توثیق کا قاعدہ یہ تھا کہ راوی سے شہادت طلب کی جاتی تھی۔ تابعین کے عہد میں صرف شہادت کافی نہیں ہوسکتی تھی اس لیے اسناد کا سلسلہ قائم کیا گیا یعنی جب کوئی راوی روایت بیان کرتا تھا تو اسے بتانا پڑتا تھا کہ اس نے وہ روایت کس سے سنی ہے اور اس نے کس سے سنی تھی، یہاں تک کہ وہ سلسلہ صحابی تک پہنچ جاتا تھا۔

تابعین کے دورِ اولین میں اسناد کا عام طور پر زیادہ اہتمام نہیں کیا جاتا تھا لیکن جب طرح طرح کے فرقے پیدا ہو گئے اور شریر النفس لوگوں نے احادیث وضع کرنا شروع کیں تو حدیث کی روایت کے لیے سند لازمی اور اہم شرط قرار دے دی گئی۔ جس روایت کا سلسلہ ثقہ راویوں کے ذریعے نبی اکرم تک نہیں پہنچتا تھا اسے درجۂ قبول حاصل نہیں ہوتا تھا۔ اسی علمِ اسناد الحدیث کی وجہ ہی سے رواۃِ حدیث کے حالات و سوانح کی چھان بین کی گئی جس سے اسماء الرجال کا عظیم الشان فن سامنے آیا۔ مُسنِد سے مراد وہ شخص ہے جو حدیث کو سند کے ساتھ روایت کرتا ہے۔

اصطلاح: صحابی

تلفظ: صَ حا بِی

لغوی معنی: جس نے پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحالتِ ایمان دیکھا ہو اور مسلمان مرا ہو

اصطلاحی معنی: لغوی اعتبار سے صحابی صحبہ سے مشتق ہے۔ اصطلاحاً صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جو حالتِ ایمان میں آنحضرتؐ سے ملا ہو اور اسلام ہی پر اس کی موت واقع ہوئی ہو۔

تشریح:

ائمہ حدیث کے مطابق صحابہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے حالتِ ایمان میں حضور کی زیارت کی ہو چاہے یہ سعادت کتنے ہی محدود اور مختصر لمحہ کے لیے ہو۔ اس حوالے سے یہ مسئلہ بھی جنم لیتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو نبی اکرمؐ کے زمانہ میں اسلام لائے، حالتِ ایمان میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے لیکن آنحضورؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اسلام سے پھر گئے تو ایسے لوگ صحابی نہیں ہو سکتے۔ ڈاکٹر صبحی صالح اپنی کتاب "علوم الحدیث" میں صحابی کی تعریف کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص میں مندرجہ ذیل امور میں سے کوئی بات پائی جائے تو اسے صحابی کہتے ہیں۔ ان میں سے اہم امور درج ذیل ہیں:

1۔ جس شخص کے بارے میں تواتر سے معلوم ہو کہ وہ صحابی ہے جیسے حضرات عشرہ مبشرہ کا صحابی ہونا۔

2۔ جس شخص کا صحابی ہونا مشہور ہو اگرچہ تواتر کے درجہ تک نہ پہنچا ہو۔

3۔کوئی مشہور صحابی کسی شخص کے صحابی ہونے کی شہادت دے۔

4۔کوئی امانت و دیانت میں معروف شخص ایسے زمانے تک صحابی ہونے کا دعوے دار ہو جب کہ اس کے صحابی ہونے کا امکان بھی ہو۔

5۔تابعین میں کوئی بزرگ کسی شخص کی پاکیزگی کی بنا پر اسے صحابی قرار دے۔

صحابہ کے فضائل کے اعتبار سے مختلف درجات ہیں۔امام حاکم کے نزدیک صحابہ کے طبقات یہ ہیں۔

1۔وہ لوگ جو مکہ میں اولین اسلام لائے۔

2۔مکہ کے رہنے والے وہ صحابہ جو مشاورۃ دارالندوۃ سے پہلے ایمان لائے۔

3۔مہاجرین حبشہ

4۔اصحاب عقبہ اولی

5۔اصحاب عقبہ ثانیہ اور ان کی اکثریت انصار پر مشتمل ہے۔

6۔وہ مہاجرین جو مدینے میں نبی کریمؐ کے تشریف لانے پر قباء میں ملے۔

7۔اہل بدر

8۔وہ جنھوں نے بدر و حدیبیہ کے درمیان ہجرت کی۔

9۔حدیبیہ کی بیعت الرضوان کے شرکا۔

10۔وہ جنھوں نے حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ہجرت کی۔

11۔وہ لوگ جو فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے۔

12۔وہ بچے اور لڑکے جنھوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع وغیرہ کے موقع پر رسول اللہ کو دیکھا۔

صحیح

اصطلاح: صحیح

تلفظ: ص ح ی ح

لغوی معنی: تندرست، ٹھیک، بجا، واقعی، حقیقی، کامل، سارا، مبرا، پاک، تصدیق، دستخط، سالم عدد۔ ۸۔ (اصطلاح عروض میں) عروض وضرب، وہ حروف جن کی اپنی خاص آواز ہو، حروفِ علت کی ضد،

اصطلاحی معنی: ایسی حدیث جس کے راوی مستند اور سند متصل ہو

تشریح:

جس حدیث کے راوی ثقہ، پرہیزگار اور قابل اعتبار حافظہ کے مالک ہوں اور سند متصل ہو صحیح کہلاتی ہے۔ صحیح کے درج ذیل درجے ہیں:

1۔ جسے بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہو۔

2۔ جسے صرف بخاری نے روایت کیا ہو

3۔ جسے صرف مسلم نے روایت کیا ہو۔

4۔ جسے بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق کسی دوسرے محدث نے روایت کیا ہو۔

5۔ جسے صرف بخاری کی شرائط کے مطابق کسی دوسرے محدث نے روایت کیا ہو۔

6۔ جسے صرف مسلم کی شرائط کے مطابق کسی دوسرے محدث نے روایت کیا ہو۔

جسے بخاری اور مسلم کے علاوہ دوسرے محدثین نے صحیح سمجھا ہو۔

صحیح حدیث کے بعد ایک درجہ آتا ہے جسے حدیث حسن کہا جاتا ہے یعنی جو قابل قبول تو ہے لیکن اس کا درجہ حدیث صحیح سے کم ہے۔ اس سے مراد وہ حدیث ہے جس میں راوی کی چار شرائط میں کوئی ایک شرط کم ہو یا تینوں شرائط میں سے کوئی ایک شرط جزوی طور پر مفقود ہو۔ اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط کلی طور پر مفقود ہے تو پھر وہ حدیث حسن نہیں ہے۔

اصطلاح: ضعیف

تلفظ: ضَ عِ ی فْ

لغوی معنی: کمزور، ناتواں، سست، بوڑھا، وہ حدیث جس کی اسناد قابل اعتبار نہ ہوں،

اصطلاحی معنی: جو حدیث صحیح اور حسن کی شرائط پر پوری نہ اترے یا جس کا کوئی راوی ساقط ہو یا مطعون ہو ضعیف کہلاتی ہے

تشریح:

ضعیف حدیث وہ ہے جس میں حدیثِ حسن کی شرائط میں سے بعض شرائط نہ پائی جاتی ہوں۔ ضعیف کی درج ذیل اقسام ہیں

1۔ معلق: جس حدیث کا ایک یا سارے راوی ابتدائے سند سے منقطع ہوں۔

2۔ منقطع: جس حدیث کا ایک یا ایک سے زیادہ راوی مختلف مقامات سے ساقط ہوں۔

3۔ مرسل: جس حدیث کا راوی آخر سند سے ساقط ہو یعنی تابعی کے بعد صحابی کا نام ہو۔

4۔ معضل: جس حدیث کے دو یا دو سے زائد اکٹھے راوی سند کے درمیان سے منقطع ہوں۔

5۔ موضوع: جس حدیث کے راوی کا حدیث کے معاملے میں جھوٹ بولنا ثابت ہو۔

6۔ متروک: جس حدیث کے راوی پر صرف جھوٹ کی تہمت ہو لیکن حدیث کے معاملے میں جھوٹ ثابت نہ ہو۔

7۔ منکر: جس حدیث کا راوی وہمی یا فاسق یا بدعتی ہو۔

اصطلاح: (حدیثِ) قدسی

تلفظ: ق دْ سی

لغوی معنی: پاکیزگی، بے عیب، بابرکت

اصطلاحی معنی: ہر وہ کلام جو رسول اکرمؐ، اللہ کے حوالے سے بیان کریں وہ حدیث قدسی ہوگا۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو بذریعہ الہام یا خواب جس چیز کی خبر دیں اور اس مفہوم کو نبی اکرمؐ اپنے الفاظ میں بیان فرمائیں تو وہ حدیث قدسی ہوگی، اسے وحی خفی بھی کہتے ہیں۔ ان احادیث کی تعداد کم ہے لیکن یہ خصوصی مقام کی حامل ہیں۔ حدیث قدسی اور قرآن پاک میں نمایاں فرق یہ ہے کہ قرآن اپنے کلمات، حروف اور اسلوب میں متواتر حیثیت کا نام ہے جبکہ حدیث قدسی کے الفاظ حضور اکرمؐ کے ہوتے ہیں ۔

حدیث قدسی اور دوسری احادیث میں نمایاں فرق یہ ہے کہ عام احادیث کی نسبت حضور اکرم کی طرف ہوتی ہے اور اس کی حکایت بھی آپؐ ہی سے ہوتی ہے جبکہ حدیث قدسی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے لیکن حکایت و روایت رسولؐ کرتے ہیں ۔ اس لحاظ سے یہ احادیث قدسیہ یا الٰہیہ کہلاتی ہیں دوسری احادیث نبویہ۔

اصطلاح: کتابتِ حدیث

تلفظ: کِ تا بَت ح دِ یث

لغوی معنی: حدیث کو لکھنا

اصطلاحی معنی: حضور اکرمؐ کے عہد میں کتابت حدیث کا بہت سا کام ہوا ہے۔ مختلف حوالوں سے احادیث کی کتابوں کی کتابت کی گئی۔

تشریح:

حضورؐ کے عہد میں درج ذیل حوالوں سے کتابتِ حدیث ہوئی

1۔ احادیث کا وہ ذخیرہ جو خود حضرت رسالت مآبؐ کے حکم سے قلم بند کیا گیا۔

2۔ نبی کریمؐ نے بعض لوگوں کو بعض مخصوص حالات میں جو چیزیں لکھوائیں وہ سب کی سب ان حضرات کے پاس محفوظ تھیں، کتب حدیث میں یہ تحریریں انھی بزرگوں کے نام سے مشہور ہیں۔ انھیں صحیفوں کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

3۔ وہ ذخیرہ جو صحابہ کرام نے قلم بند کیا اور پھر نبی اکرمؐ کے حضور بغرض تصحیح پیش کیا اور آپؐ نے سننے کے بعد تصدیق کی اور توثیق فرمائی۔

4۔ وہ ذخیرہ جو صحابہ کرام نے خود زبان مبارک سے سن کر یا ایک دوسرے سے پوچھ کر رسول اللہ کی حیات میں یا آپ کے بعد قلم بند کیا۔

5۔ ان میں وہ خطوط و وثائق بھی شامل ہیں جو مختلف اوقات میں آپؐ نے بادشاہوں، قبیلوں کے سرداروں اور دوسرے لوگوں کے نام لکھوائے اور خود ان پر مہر تصدیق ثبت کی۔ شاہ مصر، نجاشی اور منذر بن ساوئ وغیرہ کے نام خطوط اور میثاق مدینہ کی شرائط وغیرہ اس میں شامل ہیں۔

کتب احادیث

اصطلاح: کتب احادیث

تلفظ: کُ تُ بِ احادِیث

لغوی معنی: احادیث کی کتابیں

اصطلاحی معنی: ائمہ، روایت اور درایت کے اصولوں اور احادیث کے مطابق احادیث کی مختلف کتب ہیں۔

تشریح:

کتب احادیث کی اقسام درج ذیل ہیں:

جامع: وہ کتاب ہے جس میں مقررہ آٹھ قسم کی حدیثیں ہوں یعنی عقائد، احکام، تفسیر، آداب و سیر اور فضائل و مناقب وغیرہ۔

مسند: ایسی کتاب جس میں احادیث کو بہ ترتیب صحابہ جمع کیا گیا ہو، باعتبار حروف تہجی، بلحاظ سبقت اسلام، باعتبار شہادت نسبی۔ پہلی مسند امام موسیٰ کاظم کی ہے۔

معجم: جس میں احادیث کو بہ ترتیب شیوخ جمع کیا گیا ہو۔ اس کے موجد ابن قانع ہیں۔

سنن: وہ کتاب جس میں احادیث احکام ہوں۔

اجزا: جزو کی جمع ہے جس میں ایک خاص شخص کی حدیثیں ہوں۔

رسالہ: کسی ایک مقصد کی حدیثیں جمع کی جائیں۔

اربعین: احادیث کا ایسا مجموعہ جس میں چالیس احادیث جمع کی

جائیں۔

احادیث کی چھ کتب جنھیں شہرت حاصل ہے ان کو "صحاح ستہ" کہا جاتا ہے۔ یہ چھ کتب احادیث درج ذیل ہیں:

موطا:	امام مالک بن انس بن مالک
صحیح بخاری:	محمد بن اسماعیل البخاری
صحیح مسلم:	امام مسلم بن حجاج قشیری
سنن ابی داؤد:	ابوداؤد سجستانی
جامع ترمذی:	ابوعیسیٰ محمد بن سورۃ
سنن نسائی:	ابوعبدالرحمٰن نسائی
سنن ابن ماجہ:	ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ بن ماجہ

اصطلاح: متروک الحدیث

تلفظ: مَ تْ رُوْ کُ لْ حَ دِیْ ثْ

لغوی معنی: حدیث کو ترک کر دینا،

اصطلاحی معنی: جس راوی کی حدیث کسی عیب کی وجہ سے ترک کردی جائے۔

تشریح:

وہ حدیث جسے ترک کر دیا گیا ہو اسے متروک الحدیث کہا جاتا ہے۔اس کے بارے میں یقین اور قطعیت کے ساتھ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ موضوع حدیث ہے اور حضورؐ سے جھوٹ منسوب ہے لیکن یہ یقین ہو کہ یہ بات عمل کرنے کے قابل نہیں ہے یا راوی ایسا ہے کہ فسق و فجور میں مبتلا ہے،اس کی عام شہرت ہے کہ یادداشت درست نہیں ،مخبوط الحواس ہے اور ذہنی طور پر اس درجہ کا نہیں کہ اس کی بات قابل بھروسہ ہو۔

اصطلاح: متن

تلفظ: مَ تْ ن

لغوی معنی: کمر، پیٹھ، پشت، دو ستونوں کے درمیان کا حصہ، کتاب کے صفحہ کی درمیانی عبارت، کتاب، کپڑے یا سڑک کے بیچ کا حصہ، درمیان، وسط، درمیانی، کتاب کی اصل عبارت مضبوط۔

اصطلاحی معنی: حدیث کی اصل عبارت اور الفاظ

تشریح:

یہ لفظ حدیث میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے مثلاً سخت و بلند زمین، ٹالنا اور دور کرنا اور غالب ہونا۔ متن کے معنی قوی کے بھی ہیں چونکہ متن سے مراد وہ کچھ ہے جس سے کوئی چیز قوی ہوتی ہے جیسے انسان اپنی پشت کے سہارے کھڑا ہوتا اور قوت حاصل کرتا ہے۔ سو متن سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے ذریعے معانی قائم ہوتے ہیں۔ متن و سند لازم و ملزوم ہیں۔ حدیث کی اصل عبارت کو متن کہا جاتا ہے۔

اصطلاح: متواتر

تلفظ: مُ تَ واتِ رْ

لغوی معنی: لگاتار ہونے والا، ایک کے بعد ایک، یکے بعد دیگرے، لگاتار، مسلسل،

اصطلاحی معنی: جس حدیث کے راوی ہر زمانے میں اتنے ہوں جن کا جھوٹ پر اکٹھے ہونا ممکن نہ ہو متواتر کہلاتی ہے۔

تشریح:

علما نے ان کی تعداد مختلف قرار دی ہے مثلاً ۴، ۵، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۲۰، ۴۰، ۷۰، ۳۰۰۔

تواتر کی دو اقسام ہیں:

الف۔ تواتر فعلی: رسول اکرمؐ نے کوئی ایسا کام کیا جس کا تعلق لوگوں کے ہر روز یا ہر وقت یا کچھ دنوں بعد پے در پے دستور العمل سے ہے اور تمام مسلمان اس کو عمل میں لاتے ہیں جیسے نماز، روزہ وغیرہ کے مسائل متعلقہ۔

ب۔ تواتر قولی: حضورؐ کا ارشاد تواتر سے ثابت ہو۔ اس کی دو اقسام ہیں اول یہ کہ راویوں نے اس کے الفاظ کو محفوظ رکھا ہو۔ دوم کہ راویوں نے اس کے معنی و مطلب کو محفوظ رکھا ہو اور اپنے الفاظ و عبارت میں بیان کیا ہو۔

اصطلاح: مرفوع حدیث

تلفظ: مَرْفُوع

لغوی معنی: رفع کیا گیا، اٹھایا گیا، بلند کیا گیا، علم صرف میں وہ حرف جس پر پیش ہو، وہ حدیث جس کے راویوں کا سلسلہ حضور اکرم تک پہنچے،

اصطلاحی معنی: وہ حدیث جو رسول اللہؐ تک پہنچتی ہے

تشریح:

مرفوع حدیث سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کا سلسلہ حضور اکرم تک پہنچے، جس میں راوی رسول اللہ کا اسم مبارک لے کر صراحتاً اس حدیث مبارکہ کو آپؐ سے منسوب کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسری اصطلاح ہے موقوف یعنی ٹھہرا ہوا، جو رک گیا، یہ وہ روایت یا حدیث ہے جس کی نسبت صحابہ تک پہنچتی ہے۔ ان کے بعد آگے نسبت کوئی پیش قدمی نہیں کرتی یعنی موقوف ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس کے راویوں کا سلسلہ صحابہ کرامؓ تک پہنچے۔ مثلاً راوی بیان کرتا ہے کہ فلاں شخص نے مجھ سے بیان کیا، فلاں شخص نے فلاں سے بیان کیا، انھوں نے فلاں صحابی کو یہ ارشاد فرماتے سنا، اور پھر اس کے بعد وہ بات بیان کی جاتی ہے، اسے موقوف کہتے ہیں جو صحابہ کرام پر جا کر رک جائے۔

ڈاکٹر محمد خاں اشرف کی تصنیفات و تالیفات

الف۔ علمی و ادبی

1۔ لباس کا مسئلہ — 1963ء

2۔ ولی۔ تحقیقی و تنقیدی مطالعہ — 1964ء، 2003ء

3۔ دیوانِ ولی، انتخاب — 1964ء

4۔ فسانۂ مبتلا از نذیر احمد، ترتیب و مقدمہ — 1966ء

5۔ خیالستان از یلدرم، ترتیب و مقدمہ — 1967ء

6۔ اردو تنقید کا رومانوی دبستان — 1996ء

7۔ رومانویت اور اردو میں رومانوی تحریک — 1998ء

8۔ اردو ادب۔ تحقیقی و تنقیدی مطالعہ (مضامین) 2003ء

9۔ توجیہات (مجموعہ مضامین) — 2009ء

ب۔ شعری مجموعے

10۔۔ درد کا سورج (شعری مجموعہ) — 1974ء، 1996ء

11۔ مداوا (غزلیات) — 2009ء

12۔ شاخ آہو (نظمیں و تراجم) — 2009ء

13۔ باغ عدن (غزلیں، نظمیں، قطعات) — 2010ء

ج۔قومی ودفاعی

14۔پاکستان۔قومی سلامتی کے مسائل 2004ء الوقار پبلی کیشنز،لاہور

15۔جرأت کے ستارے (8بلوچ رجمنٹ کی داستان جنگ)2006ء 8بلوچ رجمنٹ کا کول

16. Insurgency in Third World Countries, 1978 Limited Edition

17. New Energy Sources, 1977 Limited Edition

18. Regimental History 8Baloch Regt 1986 Limited Edition

د۔تدریسی اور تعلیمی

19 ۔"اردوادب" نصابی کتاب اردواعلیٰ (اختیاری) برائے اعلیٰ ثانوی جماعتیں

1988ء۔2005ء پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ،لاہور

20۔اردو برائے جماعت ششم،نصابی کتاب،2004ء تاحال

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ،لاہور

21۔"مرقع اردو" (اختیاری) بارہویں جماعت کے لیے، 2005ء تاحال

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ،لاہور

22۔سرمایۂ اردو، (اردو لازمی) گیارہویں جماعت کے لیے،2005ء،تاحال

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ،لاہور